گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

239

سیرت گنج بخشؒ

مؤلفہ

غلام جیلانی مخدوم
ایم اے (اسلامیات، فارسی، عربی)

ناشر
مکتبہ عالیہ، ایبک روڈ (انارکلی) لاہور

حقوقِ اشاعت اخذ و ترجمہ بحق مکتبہ عالیہ لاہور محفوظ

اشاعت سوم : ۱۹۷۵ء

22076

مؤلف ——— غلام جیلانی مخدوم ایم اے

اہتمام ——— کلیم نشتر

ناشر ——— الطاف حسین

طابع ——— جی ایف پریس۔ لاہور

قیمت -/۱۲ روپے

حضرت شیخ ابو الحسن علی ہجویری

المعروف بہ

داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز

سیدِ ہجویر مخدوم امم ! — مرقدِ او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گسیخت — در زمینِ ہند تخمِ سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد — حق ز حرفِ او بلند آوازہ شد
پاسبانِ عزتِ ام الکتاب — از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاک پنجاب از دمِ او زندہ گشت — صبح ما از مہرِ او تابندہ گشت
عاشق و ہم قاصدِ طیارِ عشق — از جبینش آشکار اسرارِ عشق

(علامہ اقبالؒ)

Marfat.com

باب اوّل

****

مصنّف کشف المحجوب

آپ کا اسم گرامی ابوالحسن علی بن عثمان بن علی الغزنوی الجلابی اللاہوری ہے آپ کا وطن مالوف غزنی تھا۔ مضافات غزنی میں ہجویر اور جلاّب دو بستیاں ہیں۔ آپ کا قیام ان دونوں بستیوں میں رہا۔ اس لئے جلاّبی اور ہجویری کی نسبت آپ کے نام نامی اور اسم سامی کی زینت ہے۔ آخر عمر میں لاہور میں سکونت اختیار فرمائی۔ اس لئے لاہوری بھی آپ کے نام کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ کا مزار زیارت گاہ خواص و عام ہے۔ آپ حسنی الاصل سیّد تھے۔ آپ کا شجرہ نسب بعض تذکروں میں یوں درج ہے۔

سید علی بن سید عثمان بن سید علی بن عبدالرحمٰن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن بن حسن اصغر بن سید زید شہید بن امام حسن بن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ۔

مولانا پیر غلام دستگیر رقمطراز ہیں۔

زید جو شہید ہوئے وہ امام زین العابدین کے بیٹے تھے۔ اسی لئے لفظ شہید اس جگہ مخل نظر آتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۴۰۰ ہجری میں ہوئی۔

Marfat.com

شجرہ نسب

ہاشم

عبدالمطلب

سیّدنا عبداللہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سال وصال سنہ ۱۱ھ ہجری

سیّدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا

امام حسن رضی اللہ عنہ سال وصال ۵۰ھ ہجری

حضرت زیدؒ

سیّد حسن اصغرؒ

سیّد ابوالحسن علیؒ

سید عبدالرحمٰنؒ

سیّد علیؒ

سیّد عثمانؒ

سیّد علی گنج بخشؒ ۱۰۷۲ عیسوی

شجرۂ طریقت

حضرت علی رضی اللہ عنہ	سال	وصال	سنہ ۴۰ھ	ہجری
خواجہ حسن بصری	"	"	سنہ ۱۱۱ھ	"
خواجہ حبیب عجمی	"	"	سنہ ۱۵۶ھ	"
داؤد طائی	"	"	سنہ ۱۶۰ھ	"
خواجہ معروف کرخی	"	"	سنہ ۱۲۵۲ھ	"

Marfat.com

خواجہ سری سقطی ۲۵۳ھ

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی " " ۳۰۶ھ "

خواجہ ابوبکر شبلی " " ۳۳۴ھ "

حضرت شیخ حصری مکی " " "

شیخ ابوالفضل بن حسن ۴۵۳ھ ہجری

حضرت علی بن عثمان المعروف بہ داتا گنج بخشؒ ۴۶۵ھ ہجری

بزرگوں کے اسماء گرامی کے ساتھ دیئے گئے سنین انکے سال ہائے وفات ہیں۔

(منقول از دیباچہ ترجمہ کشف المحجوب مطبوعہ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور)

شیخ ہجویری کے اساتذہ کرام

حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب کشف المحجوب میں اپنے جن اساتذہ کرام کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک حضرت ابوالعباس بن محمد شقانی ہیں۔ آپ ان کے فضائل کے متعلق یوں رقمطراز ہیں :-

"مرا با وے اُنسے عظیم بود وے را بر من شفقتے صادق و در بعضے علوم استاذ من بود۔ ہرگز از ہیچ صنف کہ ندیدم کہ شرع را نزدیک وے تعظیم بیشتر بود۔"

شیخ ابوالعباس شقانی

آپ کا نام احمد بن محمد تھا علم فروع و اصول میں امام وقت تھے انہوں نے بہت سے مشائخ طریقت سے استفادہ کیا تھا۔ اکابر اہل تصوف میں سے تھے۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز شیخ ابوالعباس کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ ؕ پڑھتے جاتے ہیں اور روتے جاتے ہیں۔ پھر انہوں نے ایک ایسا نعرہ لگایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ وفات پا جائیں گے۔ پھر میں نے پوچھا اے شیخ! یہ کیا

Marfat.com

حالت ہے۔ فرمایا! آج گیارہ سال ہو چکے ہیں میں اس مقام پر پہنچا ہوں اور اس سے آگے نہیں بڑھ سکا۔

۲: ایک روز شیخ ابوسعید ابوالخیر نیشاپور میں اپنی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بہت بزرگ سید جو اکابر سادات نیشاپور میں سے تھے شیخ کے سلام کے لیئے آئے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اتفاقاً اسی وقت شیخ ابوالعباس شقانی بھی تشریف لائے۔ شیخ ابوسعید نے ان سے فرمایا کہ ہم جو تم کو دوست رکھتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے دوست رکھتے ہیں۔ اور انہیں (شیخ ابوالعباس شقانی) اللہ کی وجہ سے دوست رکھتے ہیں۔

(نفحات الانس)

۳: آپ نے کشف المحجوب میں اپنے ایک دوسرے استاد شیخ ابوجعفر محمد بن مصباح صیدلانی کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ وہ رؤسائے تصوف میں تھے۔ اور فصیح اللسان تھے۔ حسین بن منصور سے بہت محبت رکھتے تھے۔ میں نے ان کی بعض تصانیف انہیں سے پڑھیں۔

ابوجعفر صیدلانی ابوالحسن صائغ دینوری کے استاد تھے۔ بغداد کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید ابوالعباس کے ہمعصر تھے۔ مکہ مکرمہ میں مجاور تھے مصر میں وفات پائی۔ ان کی قبر زقاق مصری کے پہلو میں ہے۔ (نفحات الانس)

۴: شیخ ابوالحسن گرگانی سے اپنے تعلقات کے ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

روزے من اندر پیش شیخ نشستہ بودم و احوال ہا و نمود ہائے خود را بر می شمردم و بہ حکم آنکہ روزگارے خود بر وے عرضہ کردم کہ ناقد وقت است و وے بہ کراہتے آں از من می شنید و مرا نخوت کودکی و آتش جوانی بر گفتار آں حریص می کرد و خاطرے صورت می بست مگر ایں پیر را در ابتداء دریں کوگذرے نہ بودہ است کہ چندیں

Marfat.com

خضوع می کنند اندر حق من و نیازمی نماید اندر باطن من .... الخ
واز بعد آں مرا با وے اسرار بسیار بود۔ اگر بہ اظہار وے مشغول
گردم از مقصود بمانم۔"

شیخ ابوالحسن گرگانی کا نام علی ہے۔ اپنے زمانے میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔
تین واسطوں سے آپ کا سلسلہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے جا ملتا ہے۔ بعض
مشکل مسائل پوچھنے کے لیئے حضرت ہجویری آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے
تھے۔

۵ : ابواحمد المظفر بن حمدان : آپ نے کشف المحجوب میں ایک مقام پر ابواحمد مظفر
سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے۔ ارباب ذوق کی تسکین قلب کے لیئے پیش کیا
جاتا ہے۔

"روزے من اندر گرمائے گرم بہ نزدیک وے اندر آمدم۔ باجامہ راہ
وژولیدہ موی۔ مرا گفت یا ابا الحسن! ارادت حال مرا گو "تا چیست؟
گفتم مرا سماع می باید۔ اندریں حال کسے فرستاد تا قوالے بیاوردند۔ و
جماعتے را از اہل عشرت و آتش کودکی و قوت ارادت و حرکت ابتدار
مرا اندر سماع کلمات مضطرب کرد۔ چوں زمانہ برآمد و سلطان وغلیان۔
آں آفت اندر من کمتر شد۔ مرا گفت گو چگونہ بود مرترا بایں سماع۔
گفتم ایہا الشیخ سخت خوش بودم۔ گفت۔ وقتے بیاید کہ ایں و بانگ
کلاغ ہر دو مرترا یکساں شود۔ قوت سماع تا آنگہ بود کہ مشاہدہ نہ باشد۔
چوں مشاہدہ حاصل آید۔ ولایت سماع ناچیز شود ....."

ائمہ متاخرین میں سے حضرت ہجویریؒ نے ابوالعباس احمد بن محمد قصاب
ابوعبداللہ محمد بن علی المعروف الداغستانی۔ ابوسعید فضل اللہ بن محمد۔ ابوالقاسم
قشیری وغیرہ دیگر مشاہیر صوفیہ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

۶: شیخ ابوالعباس احمد بن محمد قصاب: آپ کا نام احمد بن محمد بن عبدالکریم ہے۔ آپ عالِم اور طبرستان کے مشہور شیخ تھے اور محمد بن عبداللہ طبری کے مرید تھے۔ اگرچہ امّی تھے مگر ان کی گفتگو معارف اور نکات سے مزیّن ہوتی تھی۔ طبرستان کے امام کہا کرتے تھے کہ خداوند تعالیٰ کے افضال و انعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی کو بغیر تعلیم اور تعلّم کے ایسا کر دیتا ہے کہ جب ہم کو اصولِ دین اور دقائق توحید میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہم ابوالعباس قصاب سے پوچھتے ہیں۔

۷: شیخ ابوالقاسم قشیری: آپ کا اسم گرامی عبدالکریم بن ہوازن قشیری ہے۔ آپ کئی رسائل اور لطائف و ارشادات تفسیر کے مصنف ہیں۔ ہر فن میں ان کے کئی لطائف ہیں۔ حضرت ابوعلی دقاق کے مرید تھے اور ابوعلی فارمدی کے استاد تھے۔ آپ نے ربیع الآخر ۴۶۵ سنہ ہجری میں انتقال فرمایا (نفحات الانس)

الغرض حضرت شیخ ہجویری نے بہت سے آئمہ فن سے استفادہ کیا۔ ان میں سے چند ایک محترم اور بزرگ افراد کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

روحانی تعلیم و تربیت

حضرت شیخ ہجویری نے جن بزرگ سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی، ان کا اسم گرامی شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی ہے (نسب نامہ طریقت ملاحظہ ہو)

آپ سلسلہ جنیدیؒ سے منسلک تھے۔ کشف المحجوب میں ان کے حالات اس طرح درج ہیں۔

وہ اوتاد کی زینت اور عابدوں کے شیخ تھے۔ میں طریقت میں انہی کا پیرو ہوں وہ علم التفسیر اور روایات کے عالم تھے۔ تصوف میں حضرت شیخ جنید بغدادی کا مذہب رکھتے تھے اور حضرت حصری کے مرید اور رازدار تھے۔ ابوعمرو قزوینی اور ابوالحسن سالبہ کے ہمعصر تھے۔ ساٹھ سال گمنامی کی حالت میں گوشہ گیر ہو کر خلقت سے دور رہے۔ ان کا قیام زیادہ تر کوہ لگام میں رہتا تھا۔ انہوں نے اچھی عمر پائی۔ ان کی ولایت کی بہت سی

دلیلیں ہیں۔ لیکن صوفیا کی ظاہری رسوم اور لباس نہ رکھتے تھے۔ میں نے ان سے بڑھ کر زیادہ پُر رعب کسی کو نہیں دیکھا۔ فرمایا کرتے تھے اَلدُّنْیَا یَوْمٌ وَلَنَا فِیْھَا صَوْمٌ (دنیا ایک ہے اور ہم اس میں روزہ سے ہیں)

(کشف المحجوب)

لقب گنج بخش

گنج بخش جو عام طور پر بطور لقب کے مشہور ہے۔ اس کے متعلق یہ روایت ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے آپ کے مزار پر چلّہ کشی کی (چالیس دن کی عبادت) اکتساب فیوض اور حصول برکات کے بعد جب آپ رخصت ہونے لگے تو مزار کے رُخ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا۔

گنج بخشؒ ہر دو عالم مظہر نور خدا
کاملاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما

اس وقت سے گنج بخش کا لفظ عام زبانوں پر چڑھ گیا (خزینۃ الاصفیاء)

سیر و سیاحت

آپ سیر و سیاحت میں اکثر رہا کرتے تھے۔ شام سے لے کر ترکستان تک اور ساحل سے لے کر بحیرہ فزدین تک یعنی اس وقت کی تقریباً ساری عملداری کی سیاحت کا ذکر کیا ہے۔ اپنے سفر نامہ کے ذیل میں آذربائیجان۔ بسطام۔ دمشق۔ رملہ۔ طوس۔ مہنہ اور جبل السلام کے نام بڑی وضاحت کے ساتھ لئے ہیں۔

وقتے من اندر دیار عراق اندر طلب دنیا و فنا کہ دن آں تابا کے می کردم دوام بسیار برآمدہ بود دحشویہ ہر کسے را کہ بائستے۔ روئی بمن آوردہ بودند و من برائے رنج حصول برائے شاں ماندہ بودم۔

مدّت تک پریشانی لاحق رہی۔ آخر کار ایک درویش کی نصیحت سے فراغت حاصل ہوئی۔

اسی سیاحت کے دوران میں آپ نے تین سو مشائخ کرام سے ملاقات کی اور ہر مقام کے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام سے استفاضہ کیا۔

ازدواجی زندگی

قید ازدواج سے ہمیشہ آزادی رہی۔ البتہ آپ خود ہی کشف المحجوب میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ شاید آپ کسی کے خدنگِ نظر سے مجروح ہوئے اور ایک سال تک اس زخم کی تڑپ نے بے تاب رکھا لیکن آخر کار اللہ تعالٰے نے اپنے فضل کاملہ سے اس زخم کا مرہم پیدا کر دیا جس کے متعلق یوں بیان فرماتے ہیں۔

من کہ علی بن عثمان الجلابی از آنکہ مرا حق تعالٰی یازدہ سال از آفت ترویج نگاہ داشتہ بود۔ ہم تقدیر کرد تا بفتنہ اندر افتادم۔ ظاہر و باطنم اسیر صفتے باشد کہ با من کردند (اس جگہ عبارت مبہم ہے) بے آنکہ رویت بودہ بود۔ و یک سال مستغرق آں بودم۔ چنانکہ نزدیک بود کہ دین بر من تباہ شود۔ تا حق تعالٰی بکمال لطف و تمام فضل خود عصمت را بہ استقبال دلِ بے چارہ من فرستادند۔ برحمت خلاصی ارزانی داشت۔

(کشف المحجوب)

استعدادِ علمی

آپ کی استعدادِ علمی کے متعلق کسی تذکرہ میں صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن کشف المحجوب ایسی مہتم بالشان کتاب اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اس کا مصنف ظاہری اور باطنی علوم پر وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ البتہ تذکرہ نگاروں نے ان الفاظ پر اکتفا کیا ہے۔

جامع بود میان علوم ظاہر و باطن

یہ مختصر فقرہ آپ کی استعداد علمی کو واضح طور پر بیان کر رہا ہے۔ اس ایک فقرہ سے ہی حضرت ہجویریؒ کا ظاہری اور باطنی علوم پر حاوی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آپ کی نظر کتنی دور رس تھی؟ آپ کا اندازہ کس قدر صحیح اسلامی اقدار کا حامل تھا؟ آپ کی نظر شریعتِ مطہرہ کے اصول و فروع پر کتنی عمیق تھی؟ ان تمام سوالوں کا جواب "جامع بود میان علوم ظاہر و باطن" میں ہی مضمر ہے۔

Marfat.com

مرشد کا وصال

کشف المحجوب میں درج ہے کہ آپ کے شیخ حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی نے آپ کے زانو پر ہی وصال فرمایا۔ اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جس روز آپ کے مرشد کی وفات ہوئی۔ اس دن آپ بیت الجن میں تھے۔ یہ دمشق کے قریب ایک پہاڑی پر واقع ایک گاؤں ہے۔ اس وقت ان کا سر میری گود میں تھا اور میرے دل میں ایک دوست کی طرف سے کچھ رنج تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے بیٹے! اعتقاد کا ایک مسئلہ تم کو بتاتا ہوں۔ اگر تم اس کے مطابق اپنے دوست کو درست کر لو گے تو سب رنجوں سے نجات پا جاؤ گے۔ خدا ہر جگہ اور ہر وقت اچھوں اور بروں کو پیدا کرتا ہے۔ اس لئے تمہیں کسی فعل پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور نہ ہی دل میں کسی تکلیف کو جگہ دینی چاہیئے۔ اس کے سوا کوئی وصیت نہیں فرمائی اور انتقال کر گئے۔

ریاضات اور مجاہدے

سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرنے میں جو ریاضتیں اور مجاہدے آپ نے کئے ان کو آپ نے کشف المحجوب میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ شیخ ابو یزید کے مزار پر تین مہینے تک رہا۔ چنانچہ ہر روز غسل اور وضو کر کے بیٹھتا تھا مگر وہ کشف حاصل نہ ہوا اور مشکل حل نہ ہوئی۔ آخر میں نے خراسان جانے کا ارادہ کیا۔ ایک گاؤں میں آیا تو متصوفین کی ایک جماعت نظر آئی۔ میں نے موٹا اور کھردرا لباس پہنا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ میں ایک عصا اور پانی کے لئے برتن تھا۔ ان دو چیزوں کے علاوہ اور کوئی ساز و سامان میرے پاس نہ تھا۔ اس جماعت نے مجھے حقارت کی نظروں سے دیکھا۔ اور ان میں سے کسی نے مجھے نہ پہچانا۔ ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے۔ یہ ہم میں سے نہیں۔ دحقیقتاً میں ان میں سے نہیں تھا، چونکہ وہاں رات گزارنا بھی ضروری تھا۔ ان لوگوں نے مجھے خانقاہ کے

Marfat.com

نچلے حصے میں ٹھہرایا اور خود وہ بالائی منزل پر ٹھہرے۔ کھانے کے وقت ایک سوکھی روٹی مجھے دی۔ میں ان کے خوشبودار کھانوں کو سونگھ رہا تھا۔ جو وہ کھا رہے تھے اور اوپر کی منزل میں میرے متعلق گفتگو کرتے جاتے تھے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو خربوزے کھانے لگے اور ازراہِ مذاق خربوزوں کے چھلکے مجھ پر پھینکنے لگے اور ساتھ ساتھ طنز آمیز گفتگو بھی کرتے جاتے تھے۔ مگر جس قدر وہ طنز زیادہ کرتے تھے اتنا ہی میرا دل ان سے زیادہ خوش ہوتا تھا۔ اس طرح ملامت برداشت کرنے سے میری وہ مشکل حل ہو گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ مشائخ جاہلوں کو اپنے ہاں کیوں جگہ دیتے ہیں۔"

مخلوق سے قطع تعلق کے باوجود ان کا اپنا بیان ہے کہ وہ چالیس سال مسلسل سفر میں رہے لیکن کبھی جماعت کی نماز ناغہ نہیں کی اور ہر جمعہ کو نماز کے لئے کسی قصبہ میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ (موجودہ زمانے کے بے نماز مرید جو حصول ارادت کے لئے جمعرات کے دن مزار پر حاضر ہونے کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں اور اسے حصول ارادت کا ایک ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ شیخ ہجویری رح کی اس پابندیِ صلوٰۃ سے سبق حاصل کریں اور نماز پابندیِ وقت سے ادا کریں تاکہ دین و دنیا کی درستی ہو۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود   اولیں پرسشِ نماز بود

افسوس مسلمانوں سے علم اور عمل دونوں رخصت ہو چکے ہیں۔

ورودِ لاہور

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ لاہور اپنے مرشد کے حکم سے آئے تھے۔ فوائد الفواد میں حضرت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء آپ کے لاہور تشریف لانے کے متعلق فرماتے ہیں کہ علی ہجویری رح اور شیخ حسین زنجانی دونوں ایک ہی مرشد سے بیعت رکھتے تھے۔ شیخ زنجانی عرصہ دراز سے لاہور میں مقیم تھے۔ ایک دن شیخ علی ہجویری کو اپنے مرشد کی طرف سے حکم ملا کہ لاہور میں سکونت اختیار کرو۔ عرض کیا۔ وہاں تو شیخ حسین زنجانی پیشتر ہی موجود ہیں۔

Marfat.com

مگر ارشاد ہوا کہ تم جاؤ۔ تعمیل کی رات کو لاہور پہنچے۔ اسی رات شیخ زنجانی نے انتقال فرمایا۔ صبح کو ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔

ورودِ لاہور اور شیخ زنجانی کی وفات محلِ نظر ہیں۔ اس لئے ہم دوسرے حوالوں سے اس کے متعلق مفصل روشنی ڈالتے ہیں۔

خواجہ حسین زنجانی ۴۳۱ھ ہجری مطابق ۱۰۳۹ء عیسوی میں سلطان مسعود ناصرالدین اوّل بن سلطان محمود کے عہد میں فوت ہوئے لیکن خزینۃ الاصفیاء اور حدیقۃ الاولیاء ہر دو کتب میں خواجہ حسین زنجانی کا سال وفات ۶۰۰ھ ہجری مطابق ۱۲۰۲ء درج ہے۔ مزید لکھا ہے کہ آپ قدمائے مشائخ لاہور سے علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور سیادت و کرامت میں مشہور تھے۔ خرقہ خلافت خاندان عالیہ جنیدیہ سے حاصل کیا تھا۔ سیّد یعقوب صدر دیوان زنجانی کے ہمراہ زنجان سے لاہور میں آئے اور خلق کثیر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی تھی۔ تاریخ وفات ان اشعار سے نکلتی ہے۔

شیخ دین مہر زندہ آفاق | پیر واقف حسین زنجانی
جستم از دل چو سال رحیلش | گفت عارف حسین زنجانی

۶۰۰ھ

عام روایت اور اس تاریخ وفات میں تضاد ہے۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ حسین زنجانی حضرت شیخ ہجویری کے بعد ہوئے ہیں اور سلطان مسعود کے زمانہ میں فوت نہیں ہوئے۔ ان روایات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کو اپنے مرشد کے حکم سے اپنا مسکن بنایا تھا۔ لیکن کشف المحجوب کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لاہور میں قیام ان کی مرضی کے خلاف تھا اور کسی مجبوری سے تھا۔ فرماتے ہیں۔

"کتب من بہ حضرت غزنی ماندہ بود و من اندر دیار ہند از بلدہ لاہور کہ از مضافات ملتان است درمیان ناجنسان گرفتار شدہ بودم ــــ"

"گرفتار شدہ بودم" کے متعلق مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں۔

اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ گرفتاری کا لفظ فقرہ میں مجازاً استعمال کیا ہے یا حقیقتہً۔

مذہب

آپ حنفی المذہب تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت تھی۔ ان کا نام امام جہاں۔ مقتدائے خلقاں۔ شرفِ فقہاء و عز علماء کی حیثیت سے لیا ہے (لاہور نسخہ میں امام جہاں اور مقتدائے خلقاں کی بجائے امام اماماں۔ مقتدائے سُنّیاں درج ہے) ان کے کمال کا بیان تفصیل سے کیا ہے۔ اس ضمن میں اپنا ایک خواب بھی تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا اقتباس لطف اور نفع سے خالی نہیں۔

"میں ملک شام میں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے سرہانے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں مکہ میں حاضر ہوں اور پیغمبر خدا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہو رہے ہیں اور جس طرح کوئی کسی بچہ کو گود میں لیئے ہو۔ ایک سن رسیدہ بوڑھے شخص کو گود میں لئے ہوتے ہیں۔ میں دوڑتا ہوا حضور میں پہنچا۔ پائے اقدس کو بوسہ دیا اور دل میں یہ سوچنے لگا کہ یہ مردِ مسن (سن رسیدہ) کون ہے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے خطرہ قلب پر اطلاع ہو گئی۔ ارشاد ہوا کہ یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام ہے۔ یعنی ابوحنیفہ۔

اس خواب سے مجھے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں بہت کچھ امیدیں ہو گئیں اور اس خواب سے مجھ پر یہ بھی منکشف ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ ان لوگوں سے ہیں جو اپنے صفات ذاتی سے فانی ہو چکے ہیں۔ اور محض احکام شرع کے لیئے باقی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے حامل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر میں خود انہیں چلتے ہوئے دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی الصفت ہیں اور باقی الصفت کے لئے خطا و ثواب دونوں

Marfat.com

کا امکان ہے لیکن چونکہ ان کا وجود ذاتی فنا ہو چکا ہے اور اب جو ان کا وجود قائم ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وجودِ مسعود سے قائم ہے اور چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی طرح کی خطا کا امکان نہیں ہے اس لئے جس کا وجود ان میں فانی ہو چکا ہے۔ وہ بھی امکان خطا سے پاک ہے (تصوف اسلام)

وفات شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لئے ہم مختلف شواہد کے پیش نظر تاریخ وفات کے تعین کے بارے میں مفصل بحث کرتے ہیں۔

۱۔ تاریخ وفات کے تعین کے بارے میں نفحات الانس کے مصنف مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ خاموش ہیں کیونکہ وہ کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر پائے۔

۲۔ سفینۃ الاولیاء کے مصنف نے دو روائتیں درج کی ہیں۔

۱۔ ۴۶۴ھ ہجری (۲) ۴۶۵ھ ہجری

۳۔ نکلسن مستشرق کا خیال ہے کہ آپ کی وفات ۴۶۵ھ ہجری اور ۴۶۹ھ ہجری کے درمیان واقع ہوئی۔

۴۔ مزار پر جو قطع تاریخ کندہ ہے اس سے بھی ۴۶۵ھ ہجری ہی نکلتا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی اسی تاریخ کو ترجیح دیتے ہیں۔

مفصل بحث حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اور سامی بیگ نے قاموس الاعلام میں آپ کا سن وفات ۴۵۶ھ ہجری تحریر کیا ہے۔

مفتی غلام سرور صاحب لاہوری نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء میں نفحات الانس کا حوالہ دیتے ہوئے اور اخبار الاصفیاء کے حوالہ سے آپ کا سن وفات ۴۶۵ھ ہجری تحریر کیا ہے اور اسی سنِ وفات کو منظوم بھی کیا ہے۔ حالانکہ نفحات الانس کی مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں آپ کی تاریخ وفات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

Marfat.com

نفحات الانس کا ایک بہت پرانا نسخہ جو مولانا جامیؒ کے بالکل قریبی عہد میں لکھا گیا ہے اور ڈاکٹر محمد شفیع صاحب مرحوم سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے اس میں بھی آپ کے سن وفات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

ثمرات القدس جو میرزا لعل بیگ لعلی ولد شاہ قلی سلطان بدخشی کی تصنیف ہے اس میں آپ کا سن وفات ۴۵۶ھ ہجری منقول ہے۔ لعلی عہد اکبر کا مورّخ ہے۔

متاخرین میں ہدایت حسین صاحب نے اپنے مقالۂ داتا گنج بخش میں دائرۃ المعارف اسلامی کی جلد دوم ص ۲۹۷ پر ریو نے مخطوطات فارسی کی فہرست کے ص ۱-۳۴۲ پر رحمان علی شاہ نے تذکرہ علمائے ہند کے ص ۵۹۰ پر ملک الشعراء بہار مرحوم نے سبک شناسی کے ص ۲-۱۸۷ پر مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے تصوّف اسلام کے ص ۳۴ پر اسماعیل پاشا بغدادی نے اسماء المصنفین ج ۱ ص ۲۱۶ پر، سید صباح الدین صاحب بزم صوفیہ نے ص ۸ پر۔ شیخ محمد اکرام صاحب نے آب کوثر کے ص ۸۶ پر آپ کا سن وفات ۴۶۵ھ ہجری ہی لکھا ہے۔ یہ وہ سنین ہیں جو حضرت ہجویری کے مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم کشف المحجوب کے ذریعہ سے ہی آپ کا سن وفات متعین کرنے کی کوشش کریں۔

۱۔ کشف المحجوب میں حضرت شیخ ہجویری نے شیخ ابوسعید ابوالخیر کو مرحوم سمجھ کر کشف المحجوب لکھتے وقت دعائے خیر کی ہے۔ مورخین کے اقوال کے مطابق شیخ ابوسعید نے ۴۔ شعبان المعظم ۴۴۰ھ ہجری میں وفات پائی ہے۔ (اسرار التوحید)

کارنامہ بزرگان ایران مطبوعہ طہران میں شیخ ابوسعید ابوالخیر کا سن وفات ۴۴۰ھ ہجری ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے سن وفات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کشف المحجوب کے لکھنے کا زمانہ یقیناً ۴۴۰ھ ہجری کے بعد کا ہے۔ کشف المحجوب چونکہ لاہور میں لکھی گئی ہے۔ اس بناء پر ہم یقین واثق سے کہہ سکتے ہیں کہ شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۰ھ کے بعد لاہور میں موجود تھے۔

کشف المحجوب میں جن دوسرے بزرگوں کا تذکرہ ہے اور جو اس زمانے میں زندہ

Marfat.com

تھے ان میں ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ گرگانی ہیں۔ ان کے متعلق کشف المحجوب میں درج ہے۔

"شیخ ابوالقاسم گرگانی کہ امروز قطب ومدار علیہ وی ایست ابقاہ اللہ تعالیٰ"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کشف المحجوب کے اس باب کے لکھتے وقت شیخ ابوالقاسم گرگانی بقید حیات تھے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی ۴۵۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ (تاریخ تصوف اسلام)

اس بنا پر ہم یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ حضرت شیخ ہجویری ۴۵۰ھ ہجری میں لاہور میں تھے اور کشف المحجوب کی تصنیف کا سلسلہ جاری تھا۔

۳: ابوالفضل بن محمد بن حسن ختلی نے جو آپ کے مرشد اور استاد بھی تھے موضع بیت الجن میں آپ کے زانو پر وفات پائی۔ علامہ ذہبی نے ختلی کا سن وفات ۴۶۰ھ ہجری درج کیا ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت شیخ ہجویری ۴۶۰ھ ہجری میں بیت الجن (دمشق) میں تھے۔ اس کے بعد لاہور تشریف لائے۔

۴۔ کشف المحجوب میں آپ نے اپنے استاد امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ قشیری شافعی نیشاپوری (۳۷۶-۴۶۵ ہجری) کے فیض صحت سے مستفید ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

(از استاد ابوالقاسم قشیریؒ شنیدم)

امام قشیری کا سن وفات بحوالہ وفیات الاعیان (ابن خلکان) ج ۲ ص ۳۷۵، ۴۶۵ھ ہجری ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہجویری ۴۶۵ھ ہجری میں لاہور قیام رکھتے تھے۔ اور کشف المحجوب اس وقت تک مکمل نہیں ہوئی تھی۔ زیر تصنیف تھی۔

۵۔ ابوالحسن سالبہ بن ابراہیم جو شیراز کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے کشف المحجوب میں حضرت شیخ ہجویری نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

"شیخ الشیوخ ابوالفتح سالبہ مریدپدر اخلیفہ نیکو و امید وار است"

اس عبارت میں باپ بیٹے کے تذکرے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس زمانے میں کشف المحجوب کا یہ حصہ لکھا جارہا تھا شیخ ابوالفتح کے والد وفات پا چکے تھے۔ لیکن شیخ ابوالفتح خود زندہ تھے۔ نفحات الانس ص ۲۵۹ اور المنتظم میں ابن جوزی کی تحریر کے مطابق ابوالحسن سالبہ نے ۴۷۳ہجری میں وفات پائی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کشف المحجوب ۴۷۳ھ ہجری کے بعد ختم ہوئی۔ اور شیخ ہجویری ۴۷۳ھ ہجری کے وقت اور بعد میں زندہ تھے۔

۶۔ کشف المحجوب میں شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور بزرگ ابوعلی فضل بن محمد فارمدی کا ذکر ابقار اللہ کے دعائیہ جملہ کے ساتھ کیا ہے۔ فارمدی کی وفات ۴۷۷ھ ہجری میں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ہجویری رحمۃ اللہ ۴۷۷ھ کے بعد بھی زندہ تھے۔

۷۔ کشف المحجوب میں ہرات کے مشہور بزرگ خواجہ عبداللہ انصاری کا بھی ذکر آیا ہے۔ تمام مورخین اس پر متفق ہیں کہ پیر انصاری کی وفات ۴۸۱ھ ہجری میں ہوئی۔

ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں کشف المحجوب کا ایک قلمی نسخہ محررہ ۶۲۵ھ ہجری موجود ہے۔ اس نسخہ سے قدیم تر کوئی نسخہ ابھی تک نہیں ملا۔ اس نسخہ کے ص ۱۷ پر یہ عبارت درج ہے۔

پیر گفت۔ یعنی خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔

لاہور کے مطبوعہ نسخہ کے صفحہ ۱۹۳ اور سمرقند کے مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۰۱ پر بھی عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ درج ہے۔

کشف المحجوب کے مطبوعہ لینن گراڈ نسخہ کے ص ۲۸ پر متن میں پیر گفت (رض) درج ہے۔ چونکہ رحمۃ اللہ علیہ اور رضی اللہ عنہ کے کلمات خصوصیت سے متوفی لوگوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے قیاس چاہتا ہے کہ اس زمانے میں جبکہ کشف المحجوب کی تصنیف ابتدائی مراحل میں تھی۔ پیر انصاری وفات پا چکے تھے۔ اور اسی زمانے میں حضرت ہجویری لاہور میں بقید حیات تھے اور کشف المحجوب کا ابتدائی حصہ لکھ رہے تھے۔

اس سے یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ کشف المحجوب کے مکمل ہونے کا زمانہ ۴۸۱ھ

Marfat.com

سے ۵۰۰ ہجری تک ہے۔ اور اس زمانے میں حضرت ہجویری بھی لاہور میں موجود ہوں گے
ایک اور شخصیت جن کا تذکرہ ہمیں کشف المحجوب میں ملتا ہے۔ وہ شیخ قسورہ بن محمد
گردیزی ہیں۔

شیخ اوحد قسورہ بن محمد الجردیزی با اہلِ طریقت شفقتے تمام دارد دہر یکے را
نزدیک وے حرمتے ہست و مشائخ را دیدہ است۔

شیخ قسورہ کا اصل نام ان کے خاندان کے افراد کے بیان کے مطابق جو ملتان میں رہتے ہیں شاہ علی تھا۔ اور وہ شاہ یوسف گردیزی کے دادا تھے۔ شیخ قسورہ کا مزار کابل کے جنوب میں صوبہ پختیا میں بمقام گردیز مشہور و معروف ہے۔ شیخ قسور کے متعلق بعض قوی قرائن سے خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے پانچویں صدی ہجری کے آخر میں وفات پائی ہے۔ اس سے یہ رائے قائم ہوتی ہے کہ کشف المحجوب کے مکمل ہونے کا زمانہ پانچویں صدی کا آخر ہوگا۔

ان تمام تفصیلات اور مباحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ شیخ علی ہجویری نے ۴۸۱ھ ہجری اور ۵۰۰ھ ہجری کے درمیان وفات پائی ہوگی۔

رہا یہ امر کہ آپ کے مقبرہ پر تاریخ وفات ۴۶۵ھ ہجری درج ہے اس کے متعلق یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اس تحریر کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قدامت کے آثار نہیں پائے جاتے۔ جو تاریخ وفات کے اعتبار سے ہونے چاہئیں۔

اس کے علاوہ مفتی غلام سرور صاحب نے خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ ۱۲۷۸ھ ہجری میں حاجی نور محمد فقیر نے حضرت شیخ ہجویری کی قبر پر گنبد تعمیر کرایا تھا۔ اور ساتھ ہی پرانی مسجد کی تعمیر بھی کرائی تھی۔ اس بنا پر قیاس چاہتا ہے کہ موجودہ کتبہ جس پر تاریخ وفات درج ہے بھی اس زمانے میں یا اس سے پہلے لگایا گیا ہوگا۔ واللہ اعلم و احکم بالصواب ماخوذ از مقالہ عبدالحئی صاحب حبیبی شائع شدہ اورنٹیل کالج میگزین لاہور۔

مزار شریف کے اندر جو لوح لگی ہوئی ہے۔ وہ عبدالمجید پروین رقم مرحوم متوفی ۱۹۴۶ء کی لکھی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوح تعمیر نو جو تقسیم ملک سے چند سال پیشتر ہوئی

Marfat.com

اس وقت لکھوائی گئی۔

فضائل حضرت شیخ ہجویری کی جلالت شان اور مرتبہ کی عظمت اور بلندی کا اندازہ اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ

۱۔ خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ نے آپ کے مزار مبارک پر چلہ کشی کی۔

۲۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے بھی آپ کے مزار پر چلہ کشی کی۔

ان بزرگان ملت کے علاوہ دیگر کئی بزرگان دین مثلاً میاں میر صاحب قادری لاہوری، حضرت حاجی نوشہ گنج بخش قادری بانی سلسلہ نوشاہیہ اور حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کا آپ کے دربارِ دُربار پر معتکف رہ کر فیض یاب ہونا مشہور و معروف ہے۔ دارا شکوہ جو آپ کے مزار پر حاضر ہوا تھا، اپنی مشہور کتاب سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے :۔

خلقے انبوہ ہر شب جمعہ بزیارت آں روضہ منورہ مشرف می گردید مشہور است کہ ہر کہ چہل شب جمعہ یا چہل روز پیہم طواف روضہ شریف ایشاں بکند، ہر حاجتے کہ داشتہ باشد یابد۔ فقیر نیز بزیارت روضہ ایشاں و والدین و خال ایشاں مشرف گشتہ (سفینۃ الاولیاء)

آپ کے والدین اور خال محترم رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات غزنی میں ہیں ان مزارات کی حاضری داراشکوہ نے غزنی کے قیام کے دوران میں دی تھی، جیسا کہ اس نے سفینہ میں لکھا ہے۔

شیخ ہجویری کے مزار پر چلہ کشی اور لقب گنج بخش کے ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی مختصر طور پر کر دیا جائے تا کہ ناظرین پر شیخ ہجویری کی عظمتِ جاہ اور جلالت منصب واضح ہو۔

خواجہ معین الدین اجمیری آپ سجستان میں پیدا ہوئے، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد قصبہ ہرون میں شیخ عثمان ہرونی کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ دس سال سیر و سیاحت میں بسر کئے۔ مرشد کی معیت میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ہی

بارگاہِ رسالت سے آپ کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی۔ آپ لاہور اور ملتان سے ہوتے ہوئے ۱۰ محرم ۵۶۱ھ ہجری کو اجمیر پہنچے۔ اس وقت اجمیر اور دہلی کا حکمران رائے پتھورا تھا۔ جس نے آپ کے قیام میں بڑی مزاحمتیں کیں۔ لیکن آپ اجمیر میں قیام کرکے رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ آخر آپ کی تعلیم سے رائے پتھورا کے ملازمین بھی مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ہندو پاک آپ کے فیوض سے منور ہو گیا۔ آپ نے ۶ رجب ۶۳۲ھ ہجری میں رحلت فرمائی۔ اجمیر شریف میں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے

معاصرین شیخ اس عنوان کے تحت ہم اپنے قارئین کرام کا ان مشائخ عظام سے تعارف کرانا چاہتے ہیں، جو حضرت ہجویری کے ہم عصر تھے ان میں سے اکثر سے آپ کی ملاقات بھی ہوئی ہے

۱۔ شیخ ابو القاسم گرگانی آپ رئیس الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی کے ساتھ تین واسطوں سے نسبت رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ ہجویری نے جن اصحاب کمال سے علوم و معارف کا درس لیا ہے ان میں سے ان کا شمار بھی ہے۔ ان کا باطنی کمال اس درجہ تک بڑھا ہوا تھا کہ حضرت ہجویری ایک دفعہ ان سے ملاقات کیلئے گئے تو وہ ستون سے ہم کلام تھے۔

۲۔ شیخ ابو القاسم قشیری آپ ایک بزرگ صاحب تصانیف تھے۔ آپ ۴۶۵ھ ہجری میں رہگزائے عالم جاودانی ہوئے۔ شروع میں آپ کے باطنی تصرفات یہ حال تھا اگر آپ پتھر کو بھی ہاتھ لگاتے تھے۔ تو وہ موتی بن جاتا تھا۔ آپ عربی اور فارسی زبانوں کے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ تصوف میں آپ نے جو تصانیف چھوڑی ہیں آج تک اہل دنیا ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ آپ کی ایک تصنیف کا نام رسالہ قشیریہ ہے۔

ابتدائی تعلیم ابو القاسم یمانی سے حاصل کی جو عربی زبان و ادب کے نامور استاد تھے خدارسی کے شوق میں شیخ وقت ابو علی دقاق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ارشاد ہوا پہلے علوم دینی میں کمال حاصل کرو۔ اس حکم کی تعمیل میں تفسیر، حدیث، کلام، اصول، فقہ، نحو، شعر وغیرہ جملہ علوم

22046

Marfat.com

متداولہ میں تبحر حاصل کیا۔ چنانچہ جن حضرات سے استفادہ کیا، وہ اپنے زمانہ کے ماہرین فن تھے۔ علوم ظاہری میں فراغت کے بعد ابوعلی دقاق کی خانقاہ تصوف و فقر میں قدم رکھا۔ اور انہیں کی صاحبزادی سے عقد بھی کیا۔ ان کے وصال کے بعد شیخ عبدالرحمان سلمی سے مستفید ہوتے رہے۔ بیعت شیخ دقاق سے ہی تھی۔ رسالہ قشیریہ میں ان کا ذکر خاص عقیدت سے کیا ہے۔ ان کے اسم گرامی کے ساتھ لقب استاد کا اضافہ کرتے گئے ہیں۔ شیخ ہجویری ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

"اندر ہر فن اورا لطائف بسیار است و تصانیف نفیس جملہ بالتحقیق"

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ دہلوی نے ان کی تصانیف کا شمار کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

۱: رسالہ قشیریہ — ۲: تفسیر قرآن جو عظیم الشان اور بے مثل ہے

۳: نحو القلوب — ۴: لطائف الاشارات

۵: کتاب الجواہر — ۶: کتاب احکام السماع

۷: کتاب آدب صوفیہ — ۸: کتاب عیون الاجوبہ

۹: کتاب المناجات — ۱۰: کتاب المنتہیٰ

عبادت میں جو شغف اور اہتمام تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مرض الموت میں نوافل تک ترک نہ ہونے پائے اور نمازیں برابر کھڑے ہو کر ادا کرتے رہے۔ فقر و تصوف میں جو پایہ رکھتے تھے اس کی کیفیت شیخ ہجویری کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ہو سکتی ہے

استاد و امام و زین الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم ہوازن القشیری اہل زمانہ خود بدیع بود و قدرش رفیع و منزلتش بزرگ و معلوم است اہل زمانہ راہ و زگار وے والواع فضلش و اندر ہر فن اورا لطائف بسیاراست و تصانیف نفیس جملہ بالتحقیق۔ خداوند تعالیٰ حال و زبان وے را از حشو محفوظ گردانیدہ است۔

منصور حلاج کے متعلق صوفیہ کے ایک بڑے گروہ کو تردد و تذبذب رہا ہے۔ استاد قشیری کا قول اس باب میں قول فیصل تصور کرنا چاہیے۔

Marfat.com

چنانچہ استاد ابوالقاسم قشیری گفت در حق او کہ اگر مقبول بود بہ رد خلق مردود نگردد واگر مردود بود بہ قبول خلق مقبول نگردد (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت شیخ ہجویری کے متعدد اقوال صوفیانہ اپنے ہاں نقل فرماتے ہیں۔

مردمان اندر فقر و فنا سخن گفتہ اند خود را اختیارے کردہ و من آن اختیار کنم کہ حق مرا اختیار کند و مرا اندر آں نگاہ دارد۔ اگر توانگر دارم غافل نہ باشم واگر درویش خواہم۔ حریص و معرض نباشم۔

رسالہ قشیریہ کی وجہ تالیف

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ کی تالیف کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ صوفیائے متقدمین دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ان کے اصول بھی انہیں کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ ان کے قائم مقام جو لوگ ان کی جانشینی کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ عبادات سے پہلو تہی کرتے ہیں: غفلت اور نفس پرستی کے سمندر میں بُری طرح ڈوبے ہوئے ہیں۔ حقیقت و معرفت کے میدانوں میں غضب کا سناٹا ہے نہ وہ بوڑھے رہے جن کی سیرت مشعل ہدایت کا کام دے۔ اور نہ وہ جوان باقی ہیں جن کی طرف رہنمائی کے لئے رجوع کیا جائے۔ زہد و تقویٰ کی بساط ہی الٹ گئی۔ حرص و طمع کا دور آگیا ہے۔ شریعت کا احترام تک دلوں سے جاتا رہا ہے۔ دین کی جانب سے لاپرواہی عام ہو گئی ہے۔ احکام اور منزلت باقی نہ رہی۔ نماز اور روزے سے لوگوں کو ذرا بھی تعلق باقی نہیں رہا۔ غرضیکہ جب نام نہاد صوفیہ کی اخلاقی پستی حد سے گزر گئی۔ عبادت و طاعت کی کھلے بندوں توہین ہونے لگی۔ شریعت کی خلاف ورزی پر فخر کیا جانے لگا۔ روح کے تزکیہ کا نشان تک بھی نہ رہا۔ سرتاسر نفسانیت کے تقاضے پرے باندھے ہوئے دکھائی دینے لگے تو ایسی حالت میں استاد قشیری مرحوم نے یہ رسالہ لکھا جس میں متقدمین کے صحیح حالات بیان کیے۔ ان کے عقائد۔ اخلاق اور عبادات پر روشنی ڈالی۔

۳۔ **شیخ ابوسعید ابوالخیر:**۔ آپ کا اصل نام فضل الدین ابوالخیر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شیخ ہجویری نے بھی آپ سے ظاہری اور باطنی فیض حاصل کیا ہے آپ اپنے زمانہ میں وحید الدہر اور فرید العصر بزرگ تسلیم کیے جاتے تھے مشائخ طریقت

ں پر جان چھڑکتے تھے۔ ان کے پیرِ طریقت شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی ہیں۔ نیشاپور میں آپ کا قیام تھا۔

آپ فارسی رباعی گو حضرات میں سے ایک ہیں۔ آپ نے بہت سی رباعیات فارسی زبان میں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ نمونہ درج ذیل ہے۔

نسیما جانب بستاں گذر کن　　　　بگو آں نازنین شمشاد مارا
بہ تشریف قدوم خود زمانے　　　　مشرف کن خراب آباد مارا

حضرت شیخ فریدالدین عطار نے حضرت ابوسعید ابوالخیر کے متعلق ایک روایت کی ہے۔ اَلعُھْدَۃُ عَلَی الرَّاوِی۔ اس کی ذمہ داری حضرت عطار پر ہے۔

جس صبح کو حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر نیشاپور میں وارد ہونے والے تھے۔ اس رات شیخ ابوالقاسم قشیری اور ان کے تیس مریدوں نے خواب دیکھا کہ آفتاب زمین پر اُتر آیا ہے۔ صبح کو شیخ کے ورود کا شہر میں غلغلہ ہوا۔ استاد ابوالقاسم قشیری نے اپنے حلقہ نشینوں کو شیخ کے پاس حاضر ہونے سے منع کر دیا۔ لیکن جن شاگردوں نے وہ خواب دیکھا تھا سب حاضرِ خدمت ہوئے۔ استاد کو اس سے ملال ہوا۔ اور وہ خود شیخ سے ملنے نہ آئے۔ ایک روز سرِ منبر استاد نے بیان کیا کہ مجھ میں اور ابوسعید میں یہ فرق ہے۔ کہ ابوسعید خدا کا دوست رکھتا ہے۔ اور خدا مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ پس اس میں اور مجھ میں وہ نسبت ہے جو ذرّہ کو کوہ سے ہوتی ہے۔

کسی نے یہ مقولہ شیخ کے سامنے نقل کیا۔ ارشاد ہوا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ ذرّہ اور کوہ سب کچھ وہی ہے۔ استاد نے خبر سنی تو اور زیادہ اشتعال پیدا ہوا اور سرِ منبر کہہ دیا کہ جو شخص ابوسعید کی مجلس میں جائے گا۔ وہ بدنصیب یا مردود ہے۔ عین اسی شب کو خواب میں حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اس صورت کے ساتھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لئے جا رہے ہیں۔ عرض کیا کہ قصدِ مبارک کہاں کا ہے ارشاد ہوا مجلس ابوسعید کا۔ جو شخص وہاں حاضر نہ ہوگا۔ مردود یا بدنصیب ہے۔ استاد گھبرا کر بیدار ہوئے اور وضو کر کے شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر شیخ کی ظاہری

Marfat.com

شان و شوکت دیکھ کر پھر ایک بار بدگمانی پیدا ہوئی اور دل میں خطرہ پیدا ہوا ک
علم و فضل میں مجھ سے زائد نہیں ہے۔ روحانی مرتبہ میں وہ اور ہم برابر ہیں۔ پھر
یہ اعزاز و کرام کہاں سے حاصل ہے۔ شیخ کو از روئے کشف استاد کے اس خطرے
اطلاع ہو گئی اور رات کے واقعات کا پتہ دینا شروع کیا۔ استاد کے تمام شکوک
ہو گئے اور طبیعت بالکل صاف ہو گئی۔ شیخ جب منبر سے اترے تو دونوں بغل گیر ہو
استاد ابوالقاسم اپنے خیالات سے تائب ہوئے۔ باہمی ارتباط اتنا بڑھا کہ ایک روز
قول کی تردید کلی کی اور بر سر منبر کہا کہ

جو شخص ابوسعید کی مجلس میں حاضر نہ ہو مہجور اور مطرود ہے۔" (تذکرۃ الاولیاء)

۴۔ **شیخ ابوالعباس اشقانی:۔** آپ کا اصل نام احمد بن محمد ہے۔ آپ اص
فروع کے امام تھے۔ بعض علوم میں حضرت شیخ ہجویری نے بھی آپ سے استفادہ کیا
شرعی علوم کے زبردست عالم تھے۔ حضرت شیخ کو ان سے بڑی محبت تھی۔ یہ بھی ان
شفقت فرمایا کرتے تھے۔

۵۔ **باب فرغانی۔** آپ کا اسم گرامی عمر تھا۔ فرغانہ کے رہنے والے تھے
فرغانہ میں ہی حضرت شیخ نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ آپ صاحب کرامات بزرگ
حضرت شیخ نے ان کو اوتاد الارض (زمین کی میخیں) کے لقب سے یاد کیا ہے۔

۶۔ **ابوالعلاء عبدالرحیم۔** صوفیہ کے گروہ میں ہر دلعزیز اور اپنے دور کے با ک
شیخ تھے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ مجھے ان سے بڑا تعلق خاطر رہا ہے۔ تمام علو
ان کی نظر تھی۔

ان کے علاوہ غزنی میں اور کئی بزرگ گذرے ہیں۔ جو حضرت شیخ کے ہم عصر
ان میں سے ابوالفضل۔ اسماعیل ناشی۔ شیخ سالار طبری۔ ابو عبداللہ معروف سید ع
اور شیخ اوحد ایسے یکتائے زمان ہیں۔

ان کے علاوہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفی شاعر بھی حضرت شیخ کے زما
میں ہی گذرے ہیں۔ خراسان۔ ماوراء النہر۔ ایران۔ کرمان اور آذربائیجان کے مشہور شہ

Marfat.com

ے زیادہ تعداد میں گزرے ہیں۔ جو حضرت شیخ کے معاصرین میں سے ہیں جن کا مفصل
حضرت شیخ نے کشف المحجوب میں درج کیا ہے۔ ہم طوالت کے خیال سے نظر انداز
ہے ہیں۔

نظر گنج بخش کی تحقیق

جس طرح سن وفات کے متعلق عوام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کے لقب گنج بخش کے متعلق بھی
ں آراء پائی جاتی ہیں۔ (ہم گذشتہ اوراق میں دلائل و شواہد سے بیان کر چکے ہیں کہ
کی وفات ۴۶۵ھ ہجری یعنی پانچویں صدی ہجری کے وسط کے بجائے پانچویں صدی
کے آخر میں ہوئی ہے) جو لوگ آپ کو گنج بخش کہنا پسند نہیں کرتے ہم ان کے دلائل
ارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔
کہا جاتا ہے کہ برصغیر کے مشہور روحانی پیشوا حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے آپکو
ش کا لقب دیا اور چلہ کشی کے بعد مزار سے رخصت ہوتے وقت آپ نے یہ شعر کہا ؎

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
کاملاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما

عوام میں دوسرا مصرع یوں مشہور ہے۔

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

اور مزار پر بھی اسی طرح مرقوم ہے حالانکہ صحیح مصرع

کاملاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما

ہے۔ اس شعر کی وجہ سے عوام الناس میں یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ گنج بخش کا لقب
رت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی کا ہی دیا ہوا ہے۔ یہ واقعہ اس لئے درست نہیں
، کہ حضرت ہجویری خود اپنی کتاب کشف الاسرار میں فرماتے ہیں۔ (کشف الاسرار کے
ملق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کتاب حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف
یں ہے۔ اس لئے کہ اس میں بعض باتیں ایسی درج ہیں جن سے شرک اور بدعت کی نفی
ہیں ہوتی ہے)

Marfat.com

"اے علی! لوگ تجھے گنج بخش داتا کے لقب سے پکارتے ہیں حالانکہ تیرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو اس قسم کے خیالات کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔ یہ سخت تکبر کی بات ہے۔ گنج بخش ہو رنج بخش یہ سب صفات ذاتِ حق کے لئے مخصوص ہیں"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی ہجویری کی زندگی ہی میں لوگ آپ کو گنج بخش کے لقب سے پکارنے لگے تھے اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ لقب حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا دیا ہوا ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ حضرت علی ہجویری نے اس لقب کو اپنے لئے پسند نہیں کیا اسے شرک اور تکبر قرار دیا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری جو بڑے موحد تھے۔ آپ کا ذکر ایسے الفاظ میں کرتے جو حضرت ہجویری کے خیال کے مطابق اسلامی عقیدے کے خلاف تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے زمانے میں آپ کے کسی عقیدت مند نے یہ مصرع موزوں کر کے حضرت خواجہ صاحب کے نام منسوب کر دیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح یہ رباعی آپ سے منسوب کر دی گئی ہے کہ

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ رباعی حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی نہیں ہے بلکہ ایران کے ایک مشہور شاعر معین کاشی کی ہے نام کے اشتراک کی وجہ سے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے منسوب ہو گئی [1] اور جو لوگ حضرت علی ہجویری کو داتا گنج بخش کہنا درست سمجھتے ہیں۔ ان میں سے میرے ایک محترم دوست حکیم محمد موسےٰ امرتسری کشف الاسرار کو حضرت شیخ ہجویری کی تصنیف نہیں مانتے۔ کئی بار ان سے اس مسئلہ غامضہ کے متعلق مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔

---

[1] پروفیسر وزیر الحسن صاحب عابدی پروفیسر یونیورسٹی اورئنٹل کالج لاہور سے اس رباعی کے متعلق استفسار کیا گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ روایت کے مطابق یہ رباعی حضرت خواجہ معین الدین اجمیری سے ہی منسوب ہے۔ میں نے معین کاشی کا کوئی دیوان نہیں دیکھا جس میں یہ رباعی درج ہو۔ حضرت خواجہ صاحب ایسے فاضل اجل سے ایسے اشعار کا موزوں ہو جانا بعید از قیاس بھی نہیں ہے۔

ذیل میں کشف المحجوب کے ایک اُردو ترجمہ کے مقدمہ مرقومہ پروفیسر عبدالغفور صاحب ایم اے کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے مزید تسلی ہو جاتی ہے کہ کشف الاسرار حضرت شیخ ہجویری کی تصنیف نہیں ہے۔ (پوشیدہ نہ رہے کہ کشف الاسرار اور کشف المحجوب کی زبانوں میں نمایاں فرق ہے)

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رسالہ کشف الاسرار بھی آپ کی تصنیف ہے مگر حکیم محمد موسےٰ صاحب امرتسری نے اس کی پرزور تردید کی ہے۔ لکھتے ہیں، "معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ کشف الاسرار کسی نے ان سے منسوب کر دیا ہے۔ کیونکہ اس میں بعض باتیں سطحی سی درج ہیں۔ جن کو حضرت موصوف کی طرف منسوب کرنا ان پر افترا سے کم نہیں۔ غرضیکہ اس وقت دنیا میں آپ کی ایک ہی تصنیف کشف المحجوب موجود ہے۔"

(آپ بیتی نمبر نقوش لاہور ص ۱۵۲۷)

حق یہ ہے کہ کشف الاسرار کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو حکیم صاحب موصوف کے دعوے کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔"

بعض لوگوں نے کشف الاسرار کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ہجویری کو ان کی زندگی ہی میں گنج بخش کہا جانے لگا تھا۔ اور آپ نے اس لقب کو ناپسند فرمایا تھا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ استدلال بالکل لغو اور غلط ہے۔ کیونکہ کشف الاسرار حضرت ہجویری کی تصنیف ہی نہیں۔ ایک جعلی اور منسوب کتاب سے حوالے پیش کرنا "تحقیق" سے بہت بعید ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو گنج بخش کہنا اس وقت ناجائز ہوتا ہے جبکہ مستقل بالذات متصرف خیال کر لیا جائے اور بزرگوں یا نبیوں کے متعلق کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ نیز حضرت شیخ کے علاوہ بہت سے بزرگ صوفیاء کو گنج بخش کہا گیا ہے۔ مثلاً "مخدوم حامد گنج بخش اور حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ۔

یہ بھی یاد رہے کہ جلیل القدر علماء اور صوفیہ نے حضرت شیخ کو لقب گنج بخش سے یاد کیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد رشید اور حضرت شاہ غلام علی

نقشبندی دہلوی کے خلیفہ خاص حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کی مشہور نظم سم دربار میں کندہ ہے جو ان کے قلمی دیوان میں موجود ہے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

ہر کہ آمد با ارادت صد سعادت یافتہ
ہر کسے شد بہرہ یاب از فیض عام گنج بخش

بہر حال صوفیہ کے ہاں کی اکثر چیزیں حصول فیوض و برکات کے بعد ہی صحیح معلوم ہوا کرتی ہیں۔ ہر عام آدمی کو (جس نے عقائد کی ایک کتاب بھی نہ دیکھی ہو) اس قسم کے اعتراضات سے احتراز کرنا چاہیئے۔ ورنہ حقیقت سے بے خبری کی بناء پر لفظ "غوث" اور "قیوم" پر بھی اعتراضات کیئے جا سکتے ہیں۔ اور اس فتوے کفر و شرک کی زد میں بڑے بڑے علماء و فضلا اور زہاد و محدثین بھی آجاتے ہیں۔ لہٰذا لفظ گنج بخش کو شرک آمیز قرار دینے بغیر اس امر کی تحقیق کرنی چاہیئے کہ کیا واقعی آپ کو خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ نے گنج بخش کہا یا حضرت کی زندگی ہی میں آپ گنج بخشؒ کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ کشف الاسرار چونکہ فی الحقیقت منسوب کتاب ہے۔ اس لئے اس کو چھوڑ کر کسی اور مستند ماخذ سے یہ مسئلہ حل کرنا چاہیئے۔

لفظ داتا کی تحقیق

داتا ایک ہندی لفظ ہے جس کے معنی معطی یا سخی کے ہیں۔ جیسے مشہور ہے، داتا داتا مر گئے رہ گئے مکھی چوس۔ داتا دے بھنڈاری کا پیٹ پھٹے۔ یا داتا کی ناؤ پہاڑ چڑھے۔ یہاں مجازاً معطی اور سخی سمجھا جاتا ہے اور جب کسی کو مجازی طور پر داتا کہا جائے تو جائز ہوتا ہے۔ اگر غیر خدا کو معطی کہنا اور لکھنا جائز ہے تو داتا کہنے میں کیا مضائقہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِی (میں قاسم (تقسیم کرنے والا) ہوں اور اللہ تعالےٰ عطا کرنے والا ہے) اس جگہ مستقل بالذات معطی اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور غیر مستقل بالذات قاسم و معطی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا بعطائے الٰہی اولیاً و انبیاء قاسم خیرات و حسنات ہوتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ فرماتے ہیں۔ اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات کے سوا کسی سے حقیقت میں

Marfat.com

مدد مانگنی ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے۔ یہ استعانت حق تعالےٰ ہی سے استعانت ہے۔

تبلیغی سرگرمیاں

حضرت گنج بخش رحمتہ اللہ کے ورودِ لاہور سے قبل اسمٰعیل محدث بخاریؒ تبلیغ اسلام کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دے چکے تھے۔ بیبیاں پاکدامن لاہور کے متعلق عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ سب سے پہلے لاہور تشریف لائیں یہ محض ایک فسانہ ہے (ملاحظہ ہو رسالہ بیبیاں پاکدامن۔ تاریخ جلیلہ مؤلفہ پیر غلام دستگیر نامی مرحوم اور اذکار قلندری (فارسی) از پیر فرح بخش فرحت شائع کردہ نامی صاحب) اسمٰعیل محدث بخاری کے بعد شیخ حسام الدین لاہوری کا نام بھی اشاعتِ دین اور تبلیغ کے ضمن میں تاریخوں میں درج ہے۔

ان بزرگانِ دین کے علاوہ امیر سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی کے پنجاب پر حملوں کے بعد بہت سے افغان اور ترک مسلمان برصغیر میں آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے اشاعتِ دین کے ضمن میں بہت سی مساجد بھی تعمیر کیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی مگر شیخ ہجویری کے وارد ہونے پر اس جگہ کے سیاسی حالات بہت خراب تھے۔ سبکتگین اور محمود کے چلے جانے کے بعد پنجاب کے ہندو سرداروں نے متعدد بار بغاوتیں برپا کیں اور مسلمانوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا۔ ان کی مساجد کو ویران کر دیا۔ چنانچہ راجہ انگ پال کے حملہ کے وقت لاہور کے صرف ایک محلہ میں دو ہزار مسلمان شہید کر دیئے گئے تھے گویا بالفاظ دیگر حضرت ہجویری کی تشریف آوری کے موقع پر مسلمان عنقا ہو گئے تھے اور آپ کو فریضہ تبلیغ شروع کرنے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے کسی مخالفت یا ناماسعد حالات کی قطعاً پرواہ نہ کی اور نہایت استقلال کے ساتھ رشد و ہدایت کا اہم فریضہ ادا کرتے رہے۔ آپ کی شرافتِ نفس۔ اخلاق عالیہ۔ زہد و تقویٰ اور علم و فضل کی کشش نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا اور بہت جلد آپ کی ذاتِ ستودہ صفات مرجع خلائق بن گئی۔

مفتی غلام سرور صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مخدوم علی ہجویری نے لاہور آکر ہنگامہ فضیلت و مشیخت گرم کیا۔ دن کے وقت طلباء کی تدریس اور رات کو طالبان حق کی تلقین ہوتی۔ ہزاروں جاہل ان کے ذریعے سے عالم، ہزاروں کافر مسلمان، ہزاروں گمراہ بر براہ ہزاروں دیوانے صاحب عقل و ہوش، ہزاروں ناقص کامل اور ہزاروں فاسق نیکوکار بن گئے۔ تمام زمانے نے ان کی غلامی کو اپنا فخر تصور کیا۔ اس وقت لاہور مرجع علماء و فضلاء تھا۔ دور دور سے لوگ حضرت شیخ ہجویری کی خدمت میں آکر باریاب ہوئے۔

(حدیقۃ الاولیا)

عظمت شیخ ہجویری

دارا شکوہ سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت مرحوم نے مسجد بنوائی تو بہ نسبت دوسری مساجد کے اس مسجد کا رخ قبلہ سے ذرا سا مائل بہ جنوب تھا۔ علماء لاہور نے اس پر اعتراض کیا اور حضرت سن کر خاموش ہو گئے۔ جب تعمیر مسجد سے فراغت پائی تو آپ نے تمام علماء و فضلاء کی ضیافت فرمائی اور خود امام ہو کر اس مسجد میں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ان سب حضرات سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ پر اعتراض کرتے ہو۔ اب دیکھو کہ قبلہ کس طرف ہے۔ جب انہوں نے دیکھا تو یکبارگی قبلہ بالمشافہ بچشم ظاہر نظر آیا (یہ مسئلہ اور واقعہ محل نظر ہے۔ اس کی تحقیق مزید کی ضرورت ہے۔ سفینۃ الاولیاء میں صاف طور پر مذکور ہے کہ محراب کا رخ کچھ مائل بہ جنوب تھا نہ کہ مسجد مائل بہ جنوب) حضرت نے کہا کہ دیکھو قبلہ کس طرف ہے سب نے حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر سلّمنا کہا اور اپنے اعتراض پر نادم ہوئے اور حضرت کی کرامت کا شہرہ ہونے لگا تو آپ قطب الاقطاب مشہور ہوئے۔

(تحقیقات چشتیہ)

مخدوم شیخ ہجویری کے مرتبہ کمال کا اعتراف سب کو رہا ہے۔ چنانچہ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اور شیخ المشائخ حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ایسے مسلم اکابر تے آپ کے مزار پر چلہ کشی کی اور فیوض و برکات حاصل کئے۔

مُلّا عبدالرحمٰن جامی ان الفاظ میں تصنیف (کشف المحجوب) اور مصنف (شیخ ہجویری) کی

Marfat.com

لالت قدر کا اعتراف کرتا ہے۔

عالم و عارف بود صحبت بسیارے از مشائخ دیگر رسیده است۔ صاحب کتاب کشف المحجوب است که از کتب معتبره مشهوره درین فن است و لطائف و حقائق بسیار دراں جمع کرده است (نفحات الانس)

سفینۃ الاولیاء میں شاہزادہ داراشکوہ کشف المحجوب کے متعلق فرماتے ہیں کہ فارسی زبان ی کتاب اس کی ٹکر کی نہیں۔

خانوادہ ایشاں خانوادہ زہد و تقویٰ بودہ۔ حضرت پیر علی ہجویری را تصانیف بسیار است اما کشف المحجوب مشہور و معروف است و ہیچ کس را بران سخن نیست و مرشدے است کامل۔ در کتب تصوف بہ خوبی آں در زبان فارسی تصنیف نہ شدہ و خوارق و کرامات زیادہ از حد و نہایت و بارہا بر قدم تجرید و توکل سفر کردہ اند (سفینۃ الاولیاء)

سب سے بڑھ کر قابل استناد اور قابل افتخار قول حضرت سلطان المشائخ نظام الدین کا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت مل جائے گا۔

آپ کا قول ہے۔

دمی فرمودند کشف المحجوب از تصنیف شیخ ہجویری است قدس اللہ روحہ العزیز۔ اگر کسے را پیرے نہ باشد چوں ایں کتاب را مطالعہ کند اور ا پیدا شود۔ من ایں کتاب را بہ تمام مطالعہ کردہ ام۔ (دُرر نظامی)

آخری آرام گاہ

حضرت شیخ ہجویری نے لاہور میں شبانہ روز ریاضتوں کیسا تھ ساتھ رشد و ہدایت کے چشمے جاری کئے۔ آخر کار آپ کا انتقال اسی جگہ ہوا اور بھاٹی دروازہ لاہور سے باہر غربی جانب اپنی بنائی ہوئی مسجد کے قریب سپرد خاک ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ نے علم اسلام نصب فرمایا اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کو اولیاء عظام اور مشائخ

Marfat.com

کرام کے تذکروں میں کعبہ پنجاب و ہند کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مسجد کے ساتھ ایک حجرہ تعمیر کرایا تھا جہاں تبلیغ و تدریس کے بعد آپ استراحت فرمایا کرتے تھے۔ مرورِ ایام سے بے نشان ہو گئی ہے۔

بعد ازاں گلزار شاہ نامی ایک شخص نے زرِ کثیر صرف کر کے قدیم بنیادوں پر ... کرائی۔ حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس سب سے پہلے محمود غزنوی کے برادر زادہ ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن سلطان محمود غزنوی نے بنوایا ... ازاں مغل اعظم جلال الدین اکبر نے بھی مزار کی توسیع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ... کے گرد کا حجرہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے فیل بان عوض خاں نے ۱۲۴۵ھ میں بنوایا ... سلف میں مزار کے گرد و نواح میں ایک وسیع قبرستان تھا جو سکھوں کے دور میں زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اب صرف چند قبریں موجود ہیں۔

حضرت شیخ ہجویری کے مقبرہ کے قدیمی صدر دروازہ سے داخل ہوں تو سب سے بائیں طرف مسجد آتی ہے۔ دروازے سے کچھ فاصلے پر بائیں جانب غلام رسول کا مزار ... جنہوں نے قدیم مسجد کی جائے محراب کے نشان کو سنگ مرمر کی ایک سل سے قائم رکھ ... مسجد تعمیر کرائی تھی۔ حاجی غلام رسول صاحب کے مزار کے ساتھ ہی حضرت حضوری شاہ کا ... جو حضرت شیخ ہجویری کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اس سے آگے دائیں جانب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا حجرۂ اعتکاف ہے۔ جہاں چلہ کشی کرنے پر آپ کو فیوض و برکات کے بعد قطبیت ہند کی خلعت عطا ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے حجرۂ اعتکاف سے چند قدموں کے فاصلہ پر د... جانب سنگ مرمر کے چبوترے پر سبز گنبد کے نیچے حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ تربت مبارک پر ہمیشہ سبز رنگ کا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ آپ کے دو پیر بھائی شیخ احمد حماد سرخسی اور شیخ ابو سعید ہجویری جو آپ کے ساتھ لاہور میں وارد ہوئے آپ کے پہلو میں آسودۂ خواب ہیں۔ مزار کے چاروں طرف اشعار کندہ ہیں۔ شمال کی طرف پانی کا ایک چھوٹا سا حوض ہے جس سے عقیدت مند پانی پیتے ہیں۔ اپنی

Marfat.com

تسکین حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنے گھروں میں بطور تبرک لے جاتے ہیں۔ ایک
کے مطابق یہ وہی جگہ ہے۔ جہاں حضرت شیخ ہجویریؒ نے سب سے
ام فرمایا تھا۔

کے اس چھوٹے سے حوض کے ساتھ الحاج مولوی فیروز الدین مرحوم آرام فرما رہے
کے ساتھ سجادہ نشین غلام حیدر کی قبر ہے اور ساتھ ہی ایک اور قبر ہے جو
شیخ محمد امین کی ہے۔ مقبرہ کے احاطہ میں مولانا ابوالحسنات سپرد خاک ہیں۔ ان کے
رت شیخ کے معتقدین اور مریدین کی کئی قبریں ہیں۔

یخ پر حاضری

حضرت شیخ ہجویری عوام الناس کے ہی محبوب نہ تھے بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ آپ کے آستانہ عالیہ پر سلاطین زمن
ی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ سلطان ابراہیم غزنوی، سلطان معزالدولہ غزنوی۔ سلطان
غزنوی، سلطان قطب الدین ایبک، سلطان محمد غزنوی، سلطان التمش، سلطان
دین بلبن، سلاطین خاندان سادات، جلال الدین، نورالدین جہانگیر اور
نے آپ کے مزار پر حصول برکات کے لئے حاضری دی۔

ر مومن خاں کو جو مغلیہ دور حکومت میں لاہور کے آخری حاکم تھے، حضرت سید
دیری کی ذات برکات کے ساتھ والہانہ عشق تھا۔ وفات کے وقت انہوں
ن ظاہر کی کہ دربار کے زائرین جس جگہ آکر اپنی جوتیاں اتاریں اسی جگہ میری
ر بنائی جائے تاکہ حضرت شیخ کے آستانہ پر چل کر آنے والوں کی کفش برداری
نصیب ہو۔ لاہور کے اس حاکم اعلیٰ کی قبر آج بھی مسجد کی سیڑھیوں کے قریب
ے۔

ائے عقیدت

حضرت شیخ ہجویری کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کرنے والوں نے یہاں اپنی اَمِٹ یادیں بھی چھوڑی ہیں ان
دکن کے نواب محمد یلدی المعروف بہ مومن الملک علاء الدولہ جعفر خان نصیر بہادر،
کا ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف موجود ہے جو انہوں نے ۱۱۲۷ھ ہجری میں آستانہ

شیخ پر نذر کیا۔

آج سے تقریباً ایک سو سال پیشتر آستانہ شیخ پر آٹھ قرآن مجید خاص و عام زیارت کے لئے موجود تھے۔ جن میں ہر ایک کا طول سولہ گرہ یعنی ایک گز اور عرض دس گرہ تھا۔ ان کے علاوہ چار اور قرآن مجید جن کا طول دس گرہ اور عرض چھ گرہ تھا موجود تھے۔ ان میں سے ایک قرآن مجید رنجیت سنگھ نے فتح پشاور کے بعد آستانہ عالیہ پر نذر کیا تھا۔ باقی تین قرآن پاک صمد خاں تاجر امرتسر، شیخ غلام محی الدین صوبیدار کشمیر اور میر غلام یٰسین لاہور کے تھے۔

قرآن پاک کے ان نسخوں کے علاوہ خط بہاری کا ایک نادر نسخہ اور ملتان کے نواب کا ملتانی رسم الخط میں لکھا ہوا ایک قرآن پاک بھی تھا مگر افسوس صد افسوس کہ یہ تمام نادر نسخے اب گم ہو چکے ہیں۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اگرچہ رنجیت سنگھ نے اپنے عہد حکومت کے آغاز میں مزارِ مبارک میں جڑے ہوئے تمام ہیرے نکلوا لئے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ مزار کے اخراجات کے لئے ہر ماہ اپنی جیب خاص سے نذر دیتا رہا۔

مزار کی عظمت آج حضرت شیخ ہجویری کے آستانہ عالیہ پر خلق خدا کا انبوہ کثیر اس سے کہیں زیادہ نظر آتا ہے جو ابتداء میں تھا۔ عوام و خواص آپ کو داتا گنج بخش کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ہر سال قمری سال کے دوسرے مہینے یعنی صفر المظفر کی انیس اور بیس تاریخ کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ ان ایام میں بہت زیادہ رونق ہوتی ہے۔ مزار کے ارد گرد دور دور تک ہر قسم کی دکانیں لگتی ہیں۔ لوگوں اور زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ آمد و رفت میں رکاوٹ نہ ہونے کے لئے حکومت کی طرف سے خاطر خواہ انتظام ہوتا ہے۔ شروع شروع میں حضرت شیخ ہجویری کا مزار بڑا مختصر سا تھا مگر اب بہت زیادہ وسیع کر دیا گیا ہے۔ قدیم اور جدید مزار کو سامنے رکھا جائے تو زمین و آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ مزار کی توسیع اور عقیدت مندوں کے بڑھتے ہوئے ہجوم نے اسے ایشیا کی عظمت اور بزرگی کا مظہر بنا دیا ہے۔

Marfat.com

مزار حضرت شیخ ہجویری کی تعمیرات کی تفصیل

آخری آرام گاہ کے ضمن میں ہم مختصر طور پر حضرت شیخ ہجویری کے مزار اور ملحقات کے متعلق عرض کر چکے ہیں۔ اب بطور تتمہ باقی تعمیرات کے ضمن میں مفصل بیان کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام پر مزار کی کیفیت وضاحت اور صراحت کے ساتھ بیان کی جا سکے۔

حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ سلطان محمود غزنوی کے فرزند ناصر الدین مسعود کے عہد میں ۴۲۱ھ (۱۰۳۰ء) تا ۴۳۳ھ (۱۰۴۰ء) میں لاہور میں تشریف لائے تھے۔ اور خاکِ لاہور کو ہی آپ کا مدفن ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ کو وفات پائے ہوئے نو سو سال سے زائد مدت ہو گئی ہے۔ آپ کا مزار سلطان محمود غزنوی کے بیٹے ظہیر الدولہ ابراہیم نے تعمیر کرایا۔ اس کا دورِ حکومت ۴۹۲ھ (۱۰۹۹ء) میں ختم ہوا۔

جلال الدین اکبر بادشاہ نے خانقاہ کا فرش اور ڈیوڑھی بنوائی۔

میر مومن خاں حاکم لاہور بھی مزار کا خدمت گزار رہا۔ وہ حسبِ وصیت خانقاہ کے احاطہ میں ہی فوت ہوا۔ توسیع مسجد کی وجہ سے اس کا مزار منہدم ہو گیا ہے لیکن بطور نشان صحن مسجد میں سفید پتھر لگا دیا گیا ہے جو خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے حجرہ اعتکاف کے سامنے والے مسجد کے دروازے کے آگے نصب ہے۔ اس سے آگے ایک حاشیہ دار سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ یہ قدیم مسجد کے محراب کا نشان بنانے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ موجودہ مسجد جو کہ قدیم مسجد سے بڑی ہے۔ ۱۲۷۰ھ میں چودہری غلام رسول مرحوم کے صرف کثیر سے مکمل ہوئی۔ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے تاریخ تعمیر

اَلْمَسْجِدُ الاَقْصیٰ الَّذِی بَارَکْنَا

نکالی ہے جو مسجد کے دروازہ پر لکھی ہوئی ہے۔

درگاہ کے جنوبی اور مشرقی دالان محمد بخش دال گر نے بنوائے تھے۔ شمالی دالان نے شیخ فیروز دین کی لڑکی کا تعمیر کردہ ہے۔

مولوی حاجی فیروز دین مرحوم مترجم کشف المحجوب نے بھی سنگ مرمر کی جالیاں

Marfat.com

اور گنبد کی بیرونی چھتری اور مزار کی سبز لکڑی بنوائی۔

مزار کا سنہری کلس مستری امیر مرحوم نے ہزار روپے کا سونا لگوا کر بنوایا تھا۔

مہارانی چندر کور نے ۱۸۳۵ء میں ایک دالان بنوایا تھا جو اب مسجد میں آگیا ہے۔

مزار کی بیرونی غلام گردش سنگ مرمر سے تعمیر کی گئی ہے۔ اس کی تعمیر کے اخراجات میں مسماۃ امیر النساء زوجہ شاہ نواز جوگی کا بہت بڑا حصہ ہے۔

مزار شیخ ہجویری کے باہر مشرق کی طرف مجاورین درگاہ کے جدِّ اعلیٰ شیخ ہندی کا مزار ہے۔ جن کا پہلا نام رائے راجو تھا۔ وہ حضرت شیخ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ اور مرید ہو کر مجاورت کی خدمت عالیہ اپنے لئے وقف کر لی۔ ان کی قبر کے ساتھ ان کے بیٹے، پوتے اور دوسری اولاد کی قبریں ہیں۔ ان قبروں کے علاوہ مزار کے گرد و پیش میں کئی اہل ثروت اشخاص کی قبریں ہیں۔

سفینۃ الاولیاء میں مرقوم ہے کہ ہجویر اور جلاب میں جو غزنی کے دو محلوں کے نام ہیں۔ حضرت شیخ ہجویری کی والدہ ماجدہ اور ماموں تاج الاولیاء مدفون ہیں۔ شیخ ہجویری کی بنا کردہ مسجد بھی وہیں ہے۔ مشہور ہے جو کوئی چالیس جمعرات یا چالیس روز متواتر مزار پر حاضر ہو اس کی حاجت پوری ہوتی ہے۔

نصب شدہ کتبے

مزار کے گرد و پیش میں بہت سے کتبے ہیں جن پر مختلف عبارتیں اور اشعار کندہ ہیں۔ لاہور سے باہر کے قارئین کرام کے لئے کندہ اشعار اور عبارتیں درج کی جاتی ہیں تاکہ ان کے ذوق کی تسکین اور واقفیت میں توسیع ہو۔

محکمہ اوقاف کے ارکان نے موجودہ مزار کے گرد و پیش اور مسجد کے صحن میں بہت کچھ تبدیلیاں کر دی ہیں تاہم مسجد اور مزار کے اندر بہت سے اشعار درج ہیں۔

مسجد سے جانب مشرق واقع بازار سے سیدھا اندر آئیں تو سامنے ایک بلند دروازہ آتا ہے جو کہ مسجد کا بڑا دروازہ ہے۔ اس کے اوپر یہ اشعار بقلم دین محمد کاتب درج ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوں بنا شد از غلامانِ رسول مسجدے بر آستانِ گنج بخش

خواستم سال بنائش ناگہاں　　ہاتفے از عاکفان گنج بخش
گردن از سجدہ بروں آورد و گفت　　سجدہ گاہ زائران گنج بخش

پیر غلام دستگیر نامی فرماتے ہیں سجدہ گاہ زائران گنج بخش سے تاریخ تعمیر ۱۳۳۹ کے بجائے ۱۳۴۲ نکلتی ہے۔

ڈیوڑھی میں داخل ہو کر مزار کی طرف جائیں تو مسجد کے جانب مغرب واقع پہلے دروازہ پر ڈاکٹر اقبال کے یہ اشعار ملتے ہیں۔

سال بنائے حرم مومناں　　خواہ ز جبرئیل از ہاتف مجو
چشم بر المسجد الاقصیٰ فگن　　الذی بارکنا ہم بگو

۱۳۴۰

اگر در خانہ صد محراب داری　　نماز آں بہ کہ در مسجد گزاری

اس دروازہ سے مسجد میں داخل ہوں تو مشرق کی جانب دیوار پر حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری مرحوم کے یہ اشعار لکھے ہوئے نظر آتے ہیں جو مزار کی بیرونی چاردیواری پر مسلسل پڑھے جاتے ہیں۔ مسلسل نظم کے سلسلہ میں میں نے ان اشعار کو درج کیا ہے۔

۱۔ دو جہاں زیر نگیں مہر نام گنج بخش　　جن و انسان و ملک منقاد و رام گنج بخش
۲۔ ہر کہ آمد با ارادت صد سعادت یافت او　　ہر کسے شد بہرہ یاب از فیض عام گنج بخش
۳۔ پادشاہ اولیاء والا قدر عالی محل　　سلم ہفت آسمان کمتر ز بام گنج بخش
۴۔ روز و شب وِرد زبانم ہست نام پاک تو　　اسم اعظم یافتم من پاک نام گنج بخش
۵۔ گر ہمی خواہی کہ بینی بر زمیں باغ ارم ،　　روضہ انور مقدس ہیں مقام گنج بخش
۶۔ ہر زماں می فرستم صد سلام و صد دعا　　بر امیدآں کہ یابم یک سلام گنج بخش
۷۔ از مزار پاک او صد شعلہ ہائے نور حق　　روشن از صبح درخشاں ہست شام گنج بخش
۸۔ سید السادات ، نور مصطفیٰ ، گنج کرم　　گردش چرخ بریں باشد بکام گنج بخش
۹۔ از چنیں درگاہ عالی ہیچ کس محروم نیست　　بہتر از نقد دگر ہا ہست دام گنج بخش

Marfat.com

۱۰۔ از دل و جانم غلام شاہ میراں محی الدین — نیز از فضلِ خدا ہستم غلام گنج بخش
۱۱۔ گنجِ عرفانِ الٰہی نیز گنجِ عافیت — کن عطا یارب بہ ایں سائل بنام گنج بخش

انہی اشعار کے درمیان یہ شعر بھی آتے ہیں۔

بسیا تا بردرِ سید نشینیم — نزولِ رحمتِ حق را ببینیم
(غنیمت کنجاہی)

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ — تیر جستہ باز گردانند ز راہ
(مولانا روم)

مولوی فیروز دین مرحوم کی قبر کے پاس مشرق کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو جائیں تو نظر ان الفاظ پر پڑتی ہے:

"من کہ علی بن عثمان ام۔ مر سید عالم را بخواب دیدم۔ گفتم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْصِنِیْ گفت۔ اِحْبِسْ حَوَاسَّكَ

ہمارے دوست بشیر حسین ناظم ایم اے نے مندرجہ الفاظ کا سلیس فارسی میں منظوم ترجمہ کیا ہے جو ہدیہ قارئین کرام ہے:

سید ہجویر مخدوم جہاں — آنکہ نامش باعثِ تفریحِ جاں
دید در خوابش رسول پاک را — صاحبِ لولاک را و سائرِ افلاک را
عرض کرد او را بصد عجز و نیاز — دہ مرا پندے شہِ بندہ نواز
گفت محبوبِ خدا شاہِ شہاں — اے علی! اِحْبِسْ حَوَاسَّكَ ہر زماں
اندریں پندش حکم پوشیدہ اند — منفعت اہلِ بصیرت دیدہ اند
تو حواسِ خویش را محکم بگیر — تا نباشی اندریں دنیا اسیر

چار دیواری کے اندرونی طرف حضرت شیخ کے یہ کلمات ثبت ہیں۔
"نفس کو اس کی خواہش سے دُور رکھنا حقیقت کے دروازہ کی چابی ہے"۔
مولانا روم کے یہ اشعار بھی موجود ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا — او نشیند در حضورِ اولیاء

Marfat.com

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

جائیکہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند مست شراب عشق بیک آہ می رسد

ہر کس کہ بدرگاہِ تو آید بہ نیاز محروم ز درگاہِ تو کے گردد باز

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

(خواجہ معین الدین چشتی رح)

یہ عبارت چوکھٹے میں جڑوا کر دو جگہ آویزاں کی گئی ہے۔

"اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا بہ نیتِ تعظیم حرام ہے۔"

پھر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں:

بر آستان تو ہر کس رسید مطلب یافت روا مدار کہ من نا امید برگردم

گنج بخشی آپ کی آفاق میں مشہور ہے نرغۂ اعداء میں یہ قلبِ حزیں محصور ہے

دل وہی خستہ دلوں کی آپ کا دستور ہے یا علی رض امداد کیجئے منتظر مہجور ہے

صحابہ کبار کی منقبت میں کیا ہی خوب شعر لکھا ہوا ہے:

بو بکر رض ہمچو کعبہ عمر رض در طوافِ او عثمان رض آبِ زمزم علی رض حجِ اکبر است

اس سے آگے یہ شعر مرقوم ہے۔

چہ حسنت آنکہ در یک دم دو صد بار نظر بینم ہنوزم آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم

شمال کی طرف دالان بنوانے والی خاتون کا قطعہ نصب کردہ ہے جو موجودہ حالت میں دقتِ نظر سے پڑھا جاتا ہے۔

دختر فیروز دیں ادنیٰ کنیز گنج بخش ہر سعادت قسمت او گشتہ از روزِ ازل

کرد تعمیر ایں بنا و از ہاتفے آمد ندا پاک چوں بیت الحرام ایں عبدۂ ملم دُئل

اس دالان میں ملک عبد الرحیم مشیرِ قانون ریلوے نے دو کتبے نصب کرائے ہیں۔ ایک

Marfat.com

ہیں منظوم شجرۂ طریقت ہے تو دوسرے میں شجرۂ نسب۔
خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے حجرۂ اعتکاف کے پاس یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں جو مولانا
کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں :-

خانقاہ علی ہجویری است — خاک جاروب از درش بردار
طوطیا کن بدیدہ حق بیں — تا شوی واقف درِ اسرار
چونکہ سردار ملک معنی بود — سال وصلش بر آید از سردار

پلٹ کر ڈیوڑھی کو جائیں تو سامنے دیوار پر یہ کتبہ دکھائی دیتا ہے۔

هو العزیز

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ایں روضہ کہ شد بانیش فیض است — مخدوم علی است کہ با حق پیوست
در ہستی اش نیست شد ہستی یافت — زاں سال وصالش افضل آمد از ہست ۴۶۵

از مقدمہ ترجمہ کشف المحجوب نوشتہ نامی

مثنوی از مفتی غلام سرور صاحب مرحوم

علی غزنوی آں شاہِ ہجویر — سراپا نور روشن ماہ ہجویر
سفر چوں کرد زیں دنیائے فانی — شدہ خالد بخلد جاودانی
عیاں تاریخ او چوں ماہ گفتم — علی ہجویری عالی جاہ گفتم
وصال آں شہ مسعود اسعد — علی سید ولی ہجویری آمد
چو دل سال وصال آں ولی گفت — بسر در پارسا کامل ولی گفت
بسالِ رحلتِ آں عارفِ حق — عیاں گردید حق بیں واقفِ حق
چوں آں شاہِ جہاں اندر جناں شد — ز سرور سال وے سرور عیاں شد
بخواں گو ہست سال وصل منظور — حبیبِ اولیاء گنجینۂ نور
وصال او ز دل گردید مفہوم — عجب زر حق نما ہادیِ معصوم
چو جستم از خرد تاریخ سالش — رقم شد کاشفِ دیں انتقالش

وصال آں شہ مرحوم و مغفور — شدہ حاصل ز عالی قطب لاہور
نوشتم شمس دین و گلشن دین — بسال رحلت آں شاہ حق بیں
شود پیدا وصال آں گرامی — ز ہجویری علی ہادی نامی
بسال رحلت آں شاہ سرور — ندائے گوہر ہجویری آمد
دوبارہ پیر لاہور لیست سالش — اگر خواہی دلا سال وصالش
بسال رحلت آں شاہ اکبر — علی مہر علی گفت است سرمد
خرد چوں سال وصل آں علی گفت — بسرور ماہ دیں مہر علی گفت
بخواں محبوب شہر انتقالش — ولی میر یقیں گو ارتحالش
بسال رحلت آں شاہ والا — خرد والا ولی فقیر گفتا
بسال رحلت آں پیر تفرید — ندا آمد ز ہاتف اہل توحید

ان اشعار سے تاریخ وفات ۴۶۵ مستخرج ہوتی ہے۔ عوام میں تاریخ وفات ۴۶۵ ہجری درج ہے۔

ہم نے گزشتہ اوراق میں بدلائل و شواہد ثابت کیا ہے کہ آپ ۴۸۰ ہجری تک بقید ِ
ت تھے۔ صحیح تاریخ وفات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ واللہ اعلم والحکم بالصواب۔

زار مبارک

مستند تاریخوں کی رُو سے آپ کا مزار فصیل لاہور سے چند گز کے فاصلے پر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے وقت ان ایک گھاٹ تھا جسے عبور کرکے آپ دریا کے اس پار تشریف لائے اور وہیں لب یا قیام فرما کر تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ بوقت وصال اسی جگہ دفن ہوئے۔

باب دوم

تصانیف

حضرت شیخ ہجویریؒ کی تصانیف کشف المحجوب کا مطالعہ کرنے سے جو کہ شیخ ہجویری کا شہکار ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے منظوم و منثور آثار بہت زیادہ تھے۔ آپ کثیر التصنیف مصنف ہوئے ہیں چنانچہ درج ذیل کتب کی نسبت آپ کے نام نامی سے ہے۔

۱۔ **دیوانِ شعر**: یکے آنکہ دیوانِ شعرم کسے بخواست
لیکن اس دیوان شعر کو لوگوں نے چرا لیا ہے۔

۲۔ **کتاب فنا و بقا**: مارا ازیں جنس سخن است اندر کتاب فنا و بقا و آں اندر آں وقت ہوس کودکی و تیزی احوال کردہ ایم۔ اما اندریں کتاب بحکم احتیاط احکام آں بیادم۔

۳۔ **اسرار الخرق والمؤنات**: و مرا اندریں معنی کتاب ایست مفرد کہ نام آں اسرار الخرق والمؤنات است و نسخہ آں مرید را باید۔

۴۔ **الرعایہ بحقوق اللہ تعالیٰ**: و طالب ایں علم توحید را از کتابے مطول تر باید طلبید کہ کردہ ام و آں را الرعایہ بحقوق اللہ تعالیٰ نام کردہ ام

۵۔ **کتاب البیان لاھل العیان**: و من اندریں معنی (جمع و تفرقہ) در حال بدایت کتابے ساختہ ام و مر آں را کتاب البیان لاھل العیان نام نہادہ۔

۶۔ **نحو القلوب**: و اندر نحو القلوب ہم باب فصولی مشبع بگفتہ۔ اکنوں مر خفت را بریں

Marfat.com

مقدار بندہ کردہ ام۔

۷۔ منہاج الدین ۔ ودیگر کتابے کردہ ام۔ اندر طریقۃ تصوف۔ نام آں منہاج الدین اکنوں ذکر اصحاب صفہ رسول بر سبیل ایجاز واختصار اندریں کتاب بیاورم وما پیش ازیں کتابے ساختہ ایم و مراں را منہاج الدین نام کردہ واندر وے مناقب ہر یک بہ تفصیل بیان کردہ۔ و نیز در شرح حال حسین بن منصور حلاج۔

۸۔ ایمان: و من اندر بیان ایں موضوع ایمان کتابے کردہ ام جدا۔ مراد ایں جا اثبات اعتقاد مشائخ است۔

۹۔ فرق فرق۔ گروہ دیدم از ملاحدہ بہ بغداد ونواحی آں کہ دعوی تولی بدو (حسین بن منصور حلاج) داشتند۔ و کلام وے را حجت زندقہ خود ساختہ بودند۔ واسم حلاجی برخود نہادہ واندر امر وی غلوی کردند چوں روافضہ اندر تولی علی رضی اللہ عنہ اندر دکلمات ایشاں بابے بیاورم اندر فرق انشاء اللہ عزوجل۔

حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتابیں کس زبان میں لکھی گئی تھیں۔ عربی زبان میں یا فارسی زبان میں۔ لیکن حضرت شیخ کی تحریروں سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ آپ کی زندگی میں ہی آپ کی تالیفات کا اکثر حصہ نذر سرقہ وانتحال ہوچکا تھا۔

حضرت شیخ دوسرے لوگوں کے سرقہ وانتحال سے شدید نالاں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

آنچہ با بتداء کتاب نام خود اثبات کردہ ام۔ مراد ازیں دو چیز بود۔ یکے نصیب خاص و دیگرے نصیب عام۔ آنچہ نصیب عام بود۔ آں است کہ چوں جہلہ ایں علم کتابے نو بینند کہ نام مصنف آں بچند جائے برآں مثبت نہ باشد۔ نسبت آں کتاب بخود کنند۔ مقصود مصنف ازاں بر نیاید کہ مراد از جمع و تالیف تصنیف کردن بجز آں نباشد کہ نام مصنف بداں کتاب زندہ باشد و خوانندگان و متعلمان وے را دعا خیر گویند کہ مرا ایں حادثہ افتاد دوبار یکی آں کہ دیوان شعرم کسی بخواست وباز گرفت واصل نسخہ جز آں نہ بود۔ آں جملہ را بگردانید و نام من از سر آں بیفگند و رنج من ضائع کرد۔ تاب اللہ علیہ۔

و دیگر کتابے کردم ہم اندر طریق تصوف نام آن منہاج الدین یکے از مدعیان رکیکہ کرگرائے گفتار او نکند۔ نام من از سرآں پاک کرد۔ و بنزدیک عوام چناں نمود کہ وی کردہ است۔ ہر چند خواص برآں قول بخندیدند سے با خداوند تعالیٰ بے برکتی آں بدو رسانید و نامش از دیوان طلاب درگاہ خود پاک گردانید (کشف المحجوب)

ا۔ کشف المحجوب حضرت شیخ ہجویری کا سب سے آخری شہکار ہے کہ جس کی بنا پر ہم ان کی دوسری تصنیفات و تالیفات کا ذکر کر چکے ہیں۔ جن کی فہرست گزشتہ اوراق میں آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب چوروں کے پیش نظر حضرت شیخ ہجویری نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں اپنا نام کئی بار لیا ہے۔ آپ نے کشف المحجوب میں اپنا نام اٹھائیس مقامات پر لیا ہے۔

کشف المحجوب کی تالیف کی کیفیت مصنف نے اپنے مقدمہ میں صراحت فرما دی ہے کہ انہوں نے ابوسعید ہجویری کے سوالات کے جواب میں کشف المحجوب نامی کتاب لکھی تھی۔ چنانچہ آپ کتاب کے نام کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ایں کتاب لا کشف المحجوب نام کردم۔ مراد آں بود کہ تا نام کتاب ناطق باشد برآنچہ اندر کتاب است۔ مر گروہے را کہ بصیرت بود۔ چوں نام کتاب بشنوند۔ دانند کہ مراد ازآں چہ بودہ است و بدانکہ ہمہ عالم از لطیفہ تحقیق خداوندی محجوب اند۔ بجز اولیائی خداوند تعالیٰ وجل عزیزاں درگاہش و چوں ایں کتاب اندر بیان راحق بود و شرح و کلمات حجب بشریت جز ایں نام وی را اندر خور نہ بود و بحقیقت کشف ہلاک محجوب باشد ہم چنانکہ حجاب ہلاک مکاشف۔

اشتباہ حاجی خلیفہ کتاب خانہ دین کے ایک پرانے اور معتبر قلمی نسخہ میں بھی کتاب کا نام کشف المحجوب ہی درج ہے۔ ریو۔ ایتھ اور بلوشہ ایسے معتبر کتابوں کی فہرستیں لکھنے والوں نے بھی کتاب کا نام کشف المحجوب ہی درج کیا ہے۔ کشف الظنون مطبوعہ فلوگل میں کتاب کا نام کشف المحجوب لارباب القلوب درج ہے۔

Marfat.com

اس ضمن میں وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ حاجی خلیفہ کو اشتباہ ہوا ہے اور قیاساً یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مشارٌ الیہ یعنی حاجی خلیفہ نے کشف المحجوب کتاب کو دیکھا بھی نہ ہو۔ کیونکہ حاجی خلیفہ ان تمام کتابوں کی بحث کے دوران ہیں جو اس نے ذاتی طور پہ اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ نسخہ کے آغاز و انجام کو نقل کرتا ہے لیکن کشف المحجوب کے بارے میں اس نے ایسا نہیں کیا اور عنوان مذکورہ کو دوسری کتابوں سے بالواسطہ نقل کیا ہے۔

خواجہ محمد پارسا جو نقشبندیہ طریقہ کے عرفا میں سے گزرے ہیں اور حاجی خلیفہ سے دو قرن پیشتر ۸۲۰ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ اپنی مشہور کتاب فصل الخطاب لوصل الاحباب میں بیان کرتے ہیں کہ شیخ ہجویری کی کتاب کا مختصر نام کشف المحجوب ہے جب کہ اس کا پورا نام کشف الحجب المحجوب لارباب القلوب ہے۔

مولانا یعقوب بن عثمان بن الغزنوی چرخی نے (چرخ غزنوی کے دیہات میں سے ہے) رسالہ ابدالیہ میں کشف المحجوب کے ساتھ لارباب القلوب کا اضافہ کیا ہے اور احتمال کیا جاتا ہے کہ انہیں بھی حاجی خلیفہ کی کتابوں سے اشتباہ ہوا ہے۔

(نفحات الانس)

سوالات جیسا کہ بیان ہوچکا ہے کہ کشف المحجوب کو شیخ ہجویری نے ابو سعید ہجویری صاحب کے عرفان و فلسفہ کے سوالات کے جواب میں لکھنا شروع کیا تھا جو مقدمہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ سوالات گیارہ نکات پر مشتمل ہیں۔ درج ذیل ہیں۔

۱۔ تحقیقات طریقت تصوف

۲۔ کیفیت مقامات ایشاں (ایشاں سے مراد صوفیاء کرام ہیں)

۳۔ مذاہب ایشاں۔

۴۔ مقالات ایشاں

۵۔ رموز و اشارات ایشاں

۶۔ چگونگی محبت خداوند عزوجل

۷۔ کیفیت اظہار آں بر دلہا

Marfat.com

۸۔ سبب حجاب عقول از کنہ و ماہیت آں

۹۔ نفرت نفس از حقیقت آں

شیخ ہجویری سائل کو مذکورہ سوالات کے بارے میں اس طرح خطاب فرماتے ہیں:

اما آنچہ گفتم مقصودات معلوم شد و سخن اندر غرضت اندریں کتاب مقسوم شد۔ مراد ازیں قول آں بود کہ تا مسئول را مقصود سائل معلوم نگردد۔ مراد سائل محصول نہ گردد کہ سوال از اشکال کنند و چوں بجواب اشکال حل نہ شود۔ فائدہ نہ دہد۔ وحل اشکال جز بمعرفت اشکال نتواں کرد و آنچہ گفتم سخن اندر غرضت مقسوم شد۔ یعنی سوال بر جملہ را جواب بر جملہ باشد۔ چوں سائل بجملہ درجات و اخات سوال خود عالم بود و باز بتدی را بہ تفصیل حاجت بود و اقسام حدود و بیان آں۔ خاصہ کہ غرض تو اسعدک اللہ اندریں آں بودہ است کہ تا تفصیل دہم و کتاب سازم از سوال تو۔ و باللہ التوفیق۔

جوابات یا ابواب کشف المحجوب شیخ ہجویری نے ابوسعید ہجویری کے سوالوں کے جواب تفصیل سے دئیے ہیں جنہیں عرفانی اور علمی دلیلوں سے آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتباسات سے مزین کیا ہے۔

کشف المحجوب کے عنوانات

۱۔ اثبات علم کے بارے میں

۲۔ فقر کے بارے میں

۳۔ تصوف کے بارے میں

۴۔ گدڑی کے بارے میں

۵۔ فقر اور تصوف کے اختلاف کے بارے میں

۶۔ ملامت کے بارے میں

۷۔ آئمہ صحابہ اور تابعین کے بارے میں

Marfat.com

۸۔ آئمہ اہل بیت کے بارے میں
۹۔ اہل صفہ کے بارے میں
۱۰۔ شیخ ہجویریؒ کے زمانہ تک تبع تابعین کے بارے میں
۱۱۔ آئمہ متاخرین کے بارے میں
۱۲۔ متاخرین میں سے صوفیا کے بارے میں
۱۳۔ مختلف فرقوں کے بارے میں (مذہب کے اختلاف کے بارے میں)
۱۴۔ مکاتب صوفیہ۔ عقائد صوفیہ اور اقوال و نظریات کے بارے میں
۱۵۔ حقیقت نفس۔ اس کی معرفت کے بارے میں۔
۱۶۔ معرفت اور فلسفیانہ گفتگو کے بارے میں

شیخ ہجویری سائل کے سوالات کا جواب دینے سے پیشتر اپنے زمانے کے اوضاع اور اجتماعی حالات بیان کرتے ہوئے بطور شکایت بیان کرتے ہیں۔

بدانکہ اندریں زمانہ ما این علم بحقیقت مندرس گشتہ است۔ خاصہ اندریں دیار کہ خلق جملہ مشغول ہوا گشتہ اند و معرض از طریق رضا و علماء روزگار مدعیان وقت. لما ازیں طریقت صورت برخلاف اصل آں بستہ است۔ پس بیارید ہمت بچیزے کہ دست اہل زمانہ بہ سرہا ازاں کوتاہ بود۔ بجز خواص حضرت حق و مراد ہمہ اہل ارادت ازاں منقطع و معرفت ہمہ اہل معرفت از وجود آں معزول۔ بجز خواص حضرت حق۔ خاص و عام خلق ازاں بعبارت آں پسند کردہ اند مرعاب آں را بجان و دل خریدار گشتہ۔ و کار از تحقیق بہ تقلید افتادہ و تحقیق روی خود از روزگار ایشاں و عوام بداں پسند کردہ گویند کہ ما حق را ہمی بشناسیم و خواص بداں خورسند شدہ کہ اندر دل تمنی یابند و اندر نفس ما جلبی و اندر صدر میل بداں سرای۔ از سر مشغولی گویند۔ این شوق رؤیت است و حرقت محبت و مدعیاں بدعوی خود از کل معانی بار ماندہ۔ و مریداں از مجاہدہ دست باز داشتہ و ظن معلول خود را مشاہدہ نام کردہ و من پیش ازیں کتب ساختم اندریں جملہ ضائع شد و مدعیاں کاذب بعضی سخن ازاں مر صید خلق را برچیدند و دیگر بشستند و ناپدیدار کردند۔ از آنچہ صاحب طمع را سر با بہ حسد و انکار نعمت خداوند باشد گروہی

گروہی و دیگر نوشتند اما برنخواندند۔ و گروہی دیگر برخواندند و معنی ندانستند و بعبارت آں پسند کردند تا بنویسند و یاد گیرند۔ و گویند که ما علم تصوف و معرفت می گوئیم و ایشان اندر عین غفلت اند و ایں جمله ازاں بود که ایں معانی کبریت احمر است۔ و آں عزیز باشد و چوں بیابندش کیمیا بود۔ و دانگ سنگی از وے بسیار مس دردی را زر سرخ گرداند۔ و فی الجمله ہرکسے آں دارو طلبد که موافق درد وی باشد۔ و بجز آں نبائیدش چنانچه یکی گوید از بزرگان

؎ وَلِکُلِّ مَنْ فِیْ فُؤَادِہٖ وَجَعٌ　　　یَطْلُبُ شَیْئًا یُوَافِقُ الْوَجَعَا

(جس آدمی کے دل میں درد ہوتا ہے وہ اُس چیز کی طلب کرتا ہے جو اس کے درد کے موافق ہوتی ہے) کسی را که دارو ی علت حقیر ترین چیز ہا بود وے را دُر و مرجان نباید تا به بلساں و دواء المسک آمیزندش و ایں معنی عزیز تر ازاں است که ہر کسی را ازاں نصیب باشد و پیش ازیں جہال ایں علم را بر کتب مشائخ ہمیں کردند۔ چوں آں خزانه ہائے اسرار خداوند بدست ایشاں افتاد معنی آں ندانستند۔ بدست کلاہ دوزاں جاہل فگندند و به مجلداں ناپاک دادند تا آں را استر کلاہ و جلد دواں شعر ابونواس و ہزل جاحظ گردانیدند۔ لامحال چوں باز ملک بر دیوار سرائے پیرزنی نشیند، پر و بالش ببرند۔

و خداوند عزوجل مارا اندر زمانه پدیدار آوردہ است که اہل آں ہوا را شریعت نام کردہ اند و طلب جاہ و ریاست و تکبر را عزت علم و ریا خلق را خشیت و نہاں داشتن کینه را اندر دل حلم و مجادله را مناظرہ و محاربه و سفاہت را عظمت و نفاق را زہد و تمنی را ارادت و ہذیان طبع را معرفت و حرکات دل و حدیث نفس را محبت و الحاد را فقر و جحود را صفوت و زندقه را فنا و ترک شریعت صلی اللہ علیه وسلم را طریقت و آفت اہل زمانه را معاملت نام کردہ اند۔ تا ارباب معانی اندر میان ایشاں مجحوب گشته اند و ایشاں غلبه گرفته۔ چناں در فترت اول اہل بیت رسول صلی اللہ علیه وسلم با آل مرداں۔ چگونه نیکو گفته آں شاہد اہل حقائق و برہان تحقیق دقائق ابوبکر الواسطی رح اُبْتُلِیْنَا بِزَمَانٍ لَیْسَ فِیْهِ اٰدَابُ الْاِسْلَامِ وَلَا اَخْلَاقُ الْجَاهِلِیَّةِ وَلَا اَحْکَامُ ذَوِی الْمُرُوَّةِ۔

موازنہ رسالہ قشیریہ و کشف المحجوب

جس طرح عربی زبان میں تصوف کی قدیم ترین کتاب کتاب اللمع ہے۔ اسی طرح فارسی زبان میں قدیم ترین کتاب کشف المحجوب ہے۔ اس کتاب میں شیخ ہجویری نے ایک محققانہ اور مجتہدانہ انداز سے اپنے ذاتی تجربات واردات قلب۔ مکاشفات اور مجاہدات کو قلمبند کیا ہے۔ مباحث سلوک پر ردوقدح کی ہے۔ یہ ایک محققانہ تصنیف ہے۔

رسالہ قشیریہ استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے۔ انہوں نے مسائل تصوف پر بحث کی ہے۔ استاد نے متقدمین کے اقوال وحکایات نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اور پانچویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔

کشف المحجوب اور رسالہ قشیریہ کے متعلق ایک مستشرق والین ژوکوفسکی یوں رقمطراز ہے:

"ہر دو از کتب طراز اوّل تصوف۔ وہر دو در حدود اواسط قرن پنجم ہجری تالیف شدہ است۔ باوجود وحدت کامل موضوع ہر دو کتب از جہات مختلف ومتعدد باہم اختلاف دارند۔ نہ در طرح وترتیب مواضیع مورد بحث نہ در کیفیت وکمیت مسائل مورد نظر۔ و نہ در تعبیر وتفسیر مطالب مطروحہ، ہیچ گونہ وجہ اشتراک بین ایں دو اثر نفیس واصل مشاہدہ نمی شود۔ فقط گاہ گاہی در بعض اصطلاحات فنی اندک مشابہتی بین آں دو ملاحظہ می گردد۔ لاغیر"

فی المثل قشیری می گوید المحو والأثبات
ہجویری می نویسد۔ النفی والاثبات۔"

ماخذ کشف المحجوب

شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب کی تکمیل کے بارے میں جن ماخذ سے استفادہ کیا ہے ان کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

۱۔ تاریخ اہل صفہ ۔ تالیف ابوعبدالرحمٰن سلمی متوفی ۴۱۲ ہجری
۲۔ کتاب سلمی جو بعد میں طبقات الصوفیہ کے نام سے مشہور ہوئی ۔
۳۔ کتاب قشیری مصنفہ استاد ابوالقاسم قشیری متوفی ۴۶۵ ھجری
۴۔ کتاب محبت ۔ تالیف عمرو بن عثمان مکی متوفی ۲۹۷-۲۹۱ ہجری
شیخ فرید الدین عطار نے بھی "تذکرۃ الاولیاء کے ضمن میں اس کتاب سے استفادہ کیا ہے ۔
۵۔ کتاب اللمع فی التصوف ۔ تالیف ابونصر سراج
۶۔ تاریخ المشائخ ۔ تالیف محمد بن علی الترمذی ۔
۷۔ کتاب مقدسی ۔ رسائل اخوان الصفا سے ہے جن کے مؤلفین میں سے ایک ابوسلیمان البستی المقدسی ہے ۔
۸ ۔ حکایات عراقیاں ۔ تصانیف شیوخ صوفیہ عراق
۹۔ حکایات ۔ اس کا ذکر شیخ ہجویری رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب میں بار بار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :

"اندر حکایات یافتم"

درجہ دوم

۱۔ تصانیف پنجاہگانہ ۔ تالیف حسین بن منصور حلاج
۲ ۔ تالیف ابوجعفر بن مصباح صیدلانی
۳۔ رسائل ابوالعباس سیاری
۴ ۔ آثار حکیم ترمذی
۵ ۔ کتاب السماع تالیف ابوعبدالرحمٰن اسلمی
۶ ۔ روایات ۔ تالیف ابوالفضل الختلی مرشد شیخ ہجویری جلابی
۷ ۔ غلط الواجدین از تصانیف ابومحمد ردیمی

درجہ سوم

۱۔ تقیحہ الارادت ۔ تصنیف جنید بغدادی
۲۔ الرعایہ بحقوق اللہ۔ تالیف احمد بن خضرویہ۔
۳۔ کتاب اندر اباحت سماع
۴۔ کتاب اندر مرقعہ۔ تالیف ابو معمار اصفہانی
۵ کتاب رعایت۔ تصنیف ابو عبداللہ الحارث بن اسد المحاسبی
۶۔ مرأۃ الحکما۔ تصنیف شاہ شجاع کرمانی

(مقدمہ۔ د۔ ڈ کونسکی)

کشف المحجوب کے ادبی محاسن

کشف المحجوب آج سے تقریباً نوسو سال قبل لکھی گئی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اس زمانے کی زبان کے بہت سے الفاظ آج کل ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتے جن میں انہیں کتاب مذکور میں استعمال کیا گیا ہے۔ ہم قارئین کرام کی سہولت کے لئے ان الفاظ میں سے کچھ اس جگہ درج کرتے ہیں تاکہ کتاب کا متن سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔

۱۔ بشولیدن ۔ حواس کا متفرق ہونا۔ اس کے مشتقات بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے بشولیدہ ۔ بشولایند۔ بشولد۔
۲۔ پائی بازی ۔ رقص کرنا۔ ناچنا۔
۳۔ پائی جامہ ۔ پائی افراز ۔
۴ گردپا نشستن۔ چہار زانو بیٹھنا۔
۵۔ محاویدن ۔ فراموش کرنا ۔ بھول جانا۔
۶۔ بادناک ۔ وہ دن جس دن ہوا زیادہ چلے۔
۷۔ بلندتر ۔ بلندتر
۸۔ دوستر ۔ درست تر

۹- ورستریں - درست تریں

۱۰- بتریں - بدتریں

۱۱- ہیچیز - ہیچ چیز

۱۲- ہیجا - ہیچ جا

۱۳- برزش - ورزش - ورزیدن سے مشتق ہے -

۱۴- بودہ گشتن - موجود ہونا

۱۵- بسندہ کاری - کافی ہونا

۱۶- پیوانیدن - پیوند لگانا - جوڑنا

۱۷- پنداشت - بطور حاصل مصدر - بمعنی پندار استعمال کرنا
جیسے من اندر پنداشت - خود پشیمان شدم و از اندیشہ ناخوب
استغفار کردم -

۱۸- نمود - مفعول کے معنوں ہیں - جیسے احوال و نمودہائے خود می شمردم -

۱۹- یافت - فہم و ادراک کے معنوں ہیں -

۲۰- زفان - زبان -

۲۱- اومیدوار - امیدوار

۲۲- بردست گرفتن - اختیار کرنا

۲۳- برسیدن - کامل اور تمام ہونا -

۲۴- بیوسیدن - انتظار کرنا

۲۵- بہانہ - رسم و عادت - جیسے
شیخ وقت و بزرگ زمانہ بود و تارک رسوم و رسوم و عادت و بہانہ

۲۶- اندوہاں - اندوہ کی جمع ہے -

Marfat.com

۲۷- پندار برخاستن - یقین واطمینان کرنا

۲۸- سرہ کردن - آلودہ سے خالص کو باہر نکالنا۔ جیسے

روزے من پیش خدمت شیخ نشستہ بودم۔ واحوال و نمود ہائے خود می شمردم بحکم آنکہ روزگار خود را بر و سرہ کنم - کہ ناقد وقت است،

۲۹- ہمی آمد - آوردہ اند کے معنوں میں۔ یعنی حکایت کرتے ہیں

۳۰- گزشتہ - غافل کے معنوں میں

۳۱- دیارت آوردن برکے۔ فوقیت حاصل کرنا

۳۲- روزگار مرد۔ مرد بزرگ کے معنوں میں

۳۳- صوفیگری - تصوّف

۳۴- کدودہ بلا - حصار و مرکز بلا۔ (اس لفظ کو تاریخ بخارا میں بھی استعمال کیا گیا ہے)

۳۵- دینارگانہ - دینار کے معنوں میں۔ درہم گانہ - درہم کے معنوں میں

عربی الفاظ کشف المحجوب میں عربی زبان کے بھی بہت سے الفاظ اور اصطلاحات موجود ہیں۔ کیونکہ اس وقت کی فارسی زبان پر عربی اثرات غالب تھے - جس طرح موجودہ فارسی زبان میں یورپی زبانوں کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ ہم عربی زبان کے الفاظ میں چند ایک پیش کرتے ہیں۔

خیریت، بشریت، ماہیت، کلیت، خصوصیت، احدیت، واحدانیت، بلیّت، حیوانیت، عبودیت، قطعیت

یہ تمام الفاظ اسماء کیفیت ہیں۔ جن سے مصدری معنے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اسماء حاصل مصدر نہیں ہیں۔ کیونکہ اسم حاصل مصدر وہ ہوتا ہے جو کسی مصدر سے حاصل (مشتق) ہو جیسے گفتن، رفتن، گردن سے گفتار، رفتار، کردار

کوشیدن، بخشیدن، بخشودن سے کوشش، بخشائش۔ بخشش

آراستن، آسودن، آزمودن سے آرائش۔ آسائش۔ آزمائش

کشف۔ مکاشفہ، لطیفہ، حق، حجاب، حجاب ربنی۔ حجاب غینی، صقال،

Marfat.com

عجمنت، شاہد، شواہد، مشاہدہ، حال، حالات، حالت، توفیق، کنہ، حدود، ہمت، غنا، غنی، شوق، تجرید، رویت، فناء کل، بقاء کل، حرکت، محبت، مقامات، مراتب، روحانی ربانی۔ محو، صحو، جحود، صعنوت، قال وحال، قدم ذات، اہل ضائع، اہل طبائع، وصلت، محدث، سریت، مداہنت، مفطر، رفض، مکونات، لاحق، محجوب۔ متجزی، غیب وعین، اثبات، نکرت (انکار کرنا) ناجنس نفس، الطاف خفی، اسرار بہی، اعلام، اخوات، عبارت دمعبر لاہی، قول فرد، مشیت، تارک الامر، مقلق، مزعج۔ تخلی، مرقعہ، فقد، استنجاء، اشتاق، ادب، ہاتف، تخلیل محاسن، شناعت، مداومت، سکر، ہوئے، کرامت، تجرید وتزوتج، محاضرہ، مکاشفہ، قبض وبسط، مسامرہ، محادثہ، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، تواجد سماع، احداث، استہانت، جوارح۔

ان الفاظ اور اصلاحات کے علاوہ اور بھی بہت سے عربی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن ہماری مراد ان الفاظ سے ہے جو شیخ ہجویری کے زمانہ سے پہلے ان معانی میں استعمال نہیں ہوئے۔ جن معنوں میں شیخ نے ان کو استعمال کیا ہے۔ یہ الفاظ اور اصطلاحات بھی ان ہی کے زمانہ میں مروج تھیں۔ بعدازاں ان میں تبدیلی آگئی۔

سجع وموازنہ کشف المحجوب میں سجع کے ضمن میں بہت سی ترکیبیں استعمال ہوئی ہیں، جو سامانیوں کے زمانہ آغاز میں طبعی یا دوسری کتابوں میں مفقود تھیں جیسے۔

(۱) واندر حقیقت دوستی ہیچ چیز خوش از ملامت نیست، از انکہ ملامت دوست را بر دل دوست اثر باشد و دوست را جز بر سر کوی دوست گزر نہ باشد،

۲۔ آں راکہ کل حرکت ہوا باشد و بمتابعت آں وے را رضا باشد۔ دور باشد از حق اگرچہ در مسجد باشا باشد۔

۳۔ توحید آں بود کہ دون حق را بر دلت خطر نبود و خاطر مخلوقات را بر سرت گزر نہ باشد و بر صفو معاملت راکدر نباشد

۴۔ شکم را گرسنہ دارید و جگر را تشنہ۔ و تن راہ برہنہ دارید، تا گر خداوند تعالےٰ را ببینید

Marfat.com

اگر تن را از گرسنگی بلا بود دل را بداں ضیاء بود۔ وجاں را صفا بود۔ وسر را لقا بود۔ وچوں سر لقا یابد وجان صفا یابد ودل ضیاء یابد چہ زیاں اگر تن بلا یابد کہ سیر خوردگی بس خطرے نبود، کہ اگر خطرے بودے ستوراں اسیر نگرداندندے۔ کہ سیر خوردگی کار ستوراں است وگرسنگی علاج مرداں۔

۵۔ عیب کے را عالم برائے خوردن باید ولی را خوردن برائے عبادت کردن کانَ المُتَقَدِّمونَ یأکُلونَ لیحیوا۔ وانتم تحیون لتاکُلوا۔

متقدماں از برائے آں خوردندے تا بزیستندے وشما از برائے می زیید تا بخورید

۶۔ گفتم کہ صفا ضد کدر بود۔ وکدر از صفات بشر بود وحقیقت صوفی بود آنکہ اور ا از کدر گزر بود

۷۔ ظُلِمَ مَنْ سمّیٰ ابنَ آدم امیراً وقد سمّاہُ فقیراً۔ آنکہ نامش از حق فقیر است اگرچہ امیر است فقیر است، ہلاک گشت آنکہ پندارد۔ کہ وی نہ اسیر است اگرچہ جائیگاہش تخت وسریر است

الغرض اس قسم کی مسجع اور مقفیٰ عبارت ہر فصل میں پائی جاتی ہے جو سامانی دور کا خاصہ ہے۔

حذف افعال بعض اوقات کلام میں ایک بار فعل استعمال کیا جاتا ہے اور باقی جملوں میں حذف کر دیا جاتا ہے۔ اس سے کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ جیسے سرش از اعراض محفوظ باید وتنش از آفات مصوّن احکام وفرائض بروی جاری۔

ان فقروں میں باشد فعل مصوّن اور جاری کے بعد محذوف ہے۔ جس نے کلام میں حُسن پیدا کر دیا ہے۔ کبھی کبھی فعل قرینہ معنوی کے اعتبار سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جس سے کلام خوشنما اور خوبصورت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ روش اس زمانے میں بہت کمیاب اور نادر تھی۔ جیسے

پس غنا نعمت واعراض اندروی آفت۔ وفقر نعمت وحرص اندروی آفت

Marfat.com

ان جملوں میں است فعل ہے۔ جو محذوف ہے۔ حذف فعل نے کلام میں حسن پیدا کردیا ہے

کشف المحجوب کی اولیّت

کشف المحجوب چونکہ فارسی زبان میں تصوف پر پہلی کتاب ہے جو کہ مستند ہے۔ اس لئے متاخرین نے اس کتاب کو مشعلِ راہ کے طور پر استعمال کیا ہے اور رشد و ہدایت کی راہ کو جہالت اور ضلالت کی پُر خطر وادیوں میں ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔

شیخ فرید الدین عطار ایسے صوفی شاعر اور صاحب طرز نثر نگار نے اپنی مشہور کتاب تذکرۃ الاولیاء میں کشف المحجوب کے اقوال بجنسہٖ اور بلفظہٖ نقل کئے ہیں۔ گمان ہوتا ہے تذکرۃ الاولیاء کا نسخہ کشف المحجوب کا بدل ہے۔ ہم نمونے کے طور پر حسن بن صلاح کے حالات میں سے کچھ عبارت نقل کرتے ہیں۔ جن کو ملاحظہ کرنے کے بعد ظن یقین سے بدل جاتا ہے

تذکرۃ الاولیاء	کشف المحجوب
ایں غرقہ دریای مواج حسین بن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ است ہم در غایت سوز و اشتیاق بود و ست و بے قرار و عالی ہمت بود۔ و اغلب مشائخ در کار او ابا کردند مگر عبد اللہ حفیف، شبلی و ابو القاسم قیشری و جملہ متاخراں الا ماشاء اللہ کہ او را قبول کردند	و من ھُم مستغرق معنی و مستہلک دعوی ابو المغیث الحسین بن منصور حلاج رض از مستاں و مشتاقاں ایں بود۔ و حالی قوی ہمتی قوی داشت و مشائخ ایں قصہ اندر شان وی مختلف اند۔ و جملہ متاخراں قبول کردند ش۔ و باز گروہے اندر امر وی توقف کردہ اند چوں جنید و شبلی و حصری و حریری و جز ایشاں
و ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ روحہ العزیز و شیخ ابو القاسم گورگانی و شیخ ابو علی فارمدی و امام یوسف ہمدانی رحمہم اللہ اجمعین در کار او سیری داشتہ اند و بعضی در کار او متوقف اند چنانچہ استاد ابو القاسم قیشری گفتہ در	اما اندر ایام شیخ ابو سعید و شیخ ابو القاسم گرگانی و شیخ ابو العباس شتقانی قسیری داشتہ اند۔ اما استاد ابو القاسم قیشری رض گوید کہ اگر وی یکی از ارباب معانی و حقیقت بود۔ بہ ہجراں ایشاں مہجور نگردد

بعضی از مردمان ظاہر ورا تکفیر کنند و
بر منکر باشند و احوال ورا بعذر و
حیلت و سحر منسوب گردانند

حق او۔ بہ رد خلق مردود گردد۔ واگر
مردود بود بہ قبول خلق مقبول نشود و
بار بعضی او را بہ سحر نسبت کردند و بعضی
اصحاب ظاہر بہ کفر منسوب گردانیدند۔

اما من گروہے دیدم از ملاحدہ بہ بغداد
و نواحی آن خذلہم اللہ کہ دعوی تولّی
بدو داشتند۔ و کلام وی را صحبت زندقہ
خود ساختہ بودند و پندارند کہ حسین منصور
حلاج حسن بن منصور حلاج است
بغدادی کہ استاد محمد زکریا رازی بودہ است
و رفیق ابوسعد قرمطی

اما جاعتی بودہ اند از زنادقہ در بغداد او
ولنسبت بدو کردہ اند۔ وسخن او فہم نکردہ
بعضی گویند حسین منصور حلاج دیگر است
وحسین منصور ملحدی دیگر است۔
استاذ محمد زکریا و رفیق بوسعید قرمطی بود
و آن حسین ساحر بودہ است۔ اما حسین منصور
عالم ربانی۔

ندیدی کہ شبلی گفت اَنَا وَالحَلّاجُ
شَیٴٌ وَّاحِدٌ فَخَلَّصَنِی جُنُونِی وَاَهلَکَہٗ
عَقلُہٗ۔ اگر وی بدین مطعون بودے
شبلی نہ گفتے کہ من و حلاج یک چیزیم
و محمد بن حنیف گفت ہوا عالم ربانی
او عالم ربانی است

و شبلی گفتہ است کہ من و حلاج یک
چیزیم۔ اما مرا بدیوانگی نسبت کردند۔
خلاصی یافتم و حسین را عقل او ہلاک کرد

چنانچہ بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عطار نے عبارات اور کلمات کو بعینہٖ نقل کیا ہے اور تمام صوفیائے کرام کے تذکروں سے استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح کشف المحجوب سے بھی مستفید ہوئے ہیں۔ تمام عبارت کو ماخذ کا نام لئے بغیر بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

سبک و شیوہ نثر کشف المحجوب

کشف المحجوب کی ادبی خوبیاں پر بحث کرنے کے بعد ہم اس کی نثر کے متعلق ملک الشعراء

بہار کی رائے نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ موجودہ ایران کے ادباء کا خیال سامانی دور کی نثر اور خصوصاً کشف المحجوب کی نثر کے متعلق کیا ہے کیونکہ تصوف میں فارسی نثر میں کشف المحجوب کو ہی اولیت کا شرف حاصل ہے۔

"کشف المحجوب از کتب قدیم ومعتبر فارسی است و از حیث سبک بالاتر و اصیل تر و بدورہ اوّل (سامانی) نزدیک تر است۔ تا سائر کتب صوفیہ (اسرار التوحید، تذکرۃ الاولیاء، نور العلوم) وی توان آں را یکی از کتب طراز اول شمرد۔ کہ ہر چند در قرن پنجم تالیف شدہ و بیش از کتب قدیم دست خوش تازی ولغت ہائے آں زماں است اما باز نمونہ سبک قدیم را از دست ندادہ ور روی ہم رفتہ دارائی سبک کہنہ است۔

(مقدمہ کشف المحجوب مطبوعہ ایران)

باب سوم

تجزیہ متن کشف المحجوب

پہلے اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ شیخ ہجویریؒ نے کتاب کشف المحجوب ایک سائل ابو سعید ہجویری کے گیارہ سوالوں کے جواب میں تحریر فرمائی تھی اور ان تمام سوالوں کے جواب مفصل طور پر دیئے۔

کتاب ایک مقدمہ اور چونتیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں بھی مختلف فصلیں ہیں۔

اب ہم کتاب کے مضامین کا بالتفصیل باب وار تجزیہ کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام پر کتاب کی افادیت واضح ہو جائے۔

کتاب کے شروع میں حمد و نعت کے بعد ایک مقدمہ ہے جس میں آٹھ فصلیں ہیں۔ مقدمہ میں موضوع سخن اور تالیف کتاب کی تشریح کی گئی ہے۔

(۱) مصنف کا نام شیخ ہجویریؒ نے کتاب کے آغاز میں اپنا نام دو مقصد مدنظر رکھ کر درج فرمایا ہے ۱۔ خاص لوگوں کا حصہ (۲) عام لوگوں کا حصہ۔ خاص لوگوں کا حصہ: خواص جب کتاب کو دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ اس کتاب

Marfat.com

کا مؤلف اس فن اور اس علم کا محقق گزرا ہے تو اس کے حقوق کی اچھی طرح رعایت کریں گے۔ عام لوگوں کا حصہ: جب عوام ایسی کتاب کو دیکھتے ہیں جس پر مصنف کا نام لکھا ہوا نہیں ہوتا اسے اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں جس سے مصنف کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

۲۔ استخارہ جب بندہ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بہتری کے تمام امور اس کے کسب اور تدبیر پر مبنی ہیں پس لامحالہ قضائے الٰہی تسلیم کر لینے اور اس سے مدد مانگنے کے سوا چارہ کار نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمام کاموں میں بندہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا کرے۔ تاکہ وہ اس کو خطا و خلل اور آفت سے محفوظ رکھے۔

۳۔ اغراض نفسانی سے اعراض وہ اغراض جو نفس سے متعلق ہوتی ہیں انہیں دل سے نکال دیا جائے۔ کیونکہ جس کام میں اغراضِ نفسانی کا شائبہ تک بھی ہوتا ہے اس سے برکت دور ہو جاتی ہے اور دل صراطِ مستقیم سے ہٹ کر ٹیڑھے اور غلط راستہ پر لگ جاتا ہے۔

۴۔ سبب تالیف شیخ ہجویریؒ نے کتاب کشف المحجوب ایک سائل ابوسعید ہجویری کے گیارہ سوالوں کے جواب میں لکھی تھی۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق مستعد ہو گیا اور اس کتاب سے تمہارا مقصد پورا کرنے کے لئے پختہ ارادہ کر لیا۔ تم نے مجھے سوالات کا جواب دینے کے قابل سمجھا لہٰذا جواب دینا ضرورتاً واجب ہو گیا۔

۵۔ وجہ تسمیہ شیخ ہجویریؒ نے کتاب کا نام کشف المحجوب رکھا۔ چونکہ یہ کتاب راہِ حق کے بیان کرنے اور امرِ حق کی شرح اور بشریت کے پردوں کے کھولنے کے لئے لکھی گئی ہے اس لئے اس نام کے سوا اور کوئی دوسرا نام اس کے لئے مناسب نہ تھا۔

حجاب کی دو قسمیں ہیں (۱) حجاب رینی۔ (۲) حجاب غینی۔

۱۔ رین عربی زبان میں زنگ کو کہتے ہیں۔ یعنی اس سے مراد طبعی اور پیدائشی حجاب

Marfat.com

ہے۔ یہ حجاب ہرگز نہیں اٹھ سکتا۔ (عیاذاً باللہ)

۲۔ دوسرا حجاب غینی ہوتا ہے۔ غین تاریکی کو کہتے ہیں۔ یہ حجاب عارضی ہوتا ہے۔ اور جلدی اٹھ جاتا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔

اَلرَّیْنُ مِنْ جُمْلَةِ الْمُوْطِنَاتِ وَالْغَیْنُ مِنْ جُمْلَةِ الْخَطَرَاتِ

رین وطن یعنی پائیدار ہوتا ہے اور غین خطراتی عارضی ہوتا ہے۔

(۶) تقسیم الواب

جب سوال جملہ امور پر حاوی ہو تو جواب بھی جملہ امور پر مشتمل ہونا چاہیئے اس لئے سائل کے سوالات کے پیش نظر امور متعلقہ کو کئی اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ سائل اپنے سوالات کے تمام درجات، حالات اور ان کے جوابات کو اچھی طرح جان لے۔

۷۔ استعانت

اللہ کے سوا بندے کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ جو نیک کاموں میں اس کی مدد اور نصرت کرے۔ اور زیادہ توفیق بخشے۔ اور توفیق سے مراد یہ ہے کہ نیک اعمال میں بندہ کے افعال کے ساتھ تائید الٰہی کی موافقت ہو کیونکہ۔

اَلتَّوْفِیْقُ هُوَ الْقُدْرَةُ عَلَی الطَّاعَةِ عِنْدَ الْاِسْتِعْمَالِ

یعنی توفیق عمل کے وقت فرمانبرداری کی طاقت ہے۔

۸۔ اسرار الٰہی اور ان کے حجاب

جواہر۔ اعراض۔ اجرام فلکی۔ اجسام ارضی اور طبائع مخلوقات۔ سب اسرار الٰہی کا حجاب ہیں اور توحید الٰہی میں ان میں سے ہر ایک کا اثبات شرک ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو محل حجاب میں رکھا ہے۔ اسرار الٰہی عقول انسانی کے حق میں پوشیدہ ہو گئے اور انسان غفلت کے سایہ میں رہ کر اپنے وجود کی وجہ سے حجاب میں ہو گیا ہے اور اپنے مقام میں حجاب ظلمانی کی وجہ سے عیب دار ہو گیا ہے۔ قرآن پاک میں وارد ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (قسم ہے زمانہ کی بے شک انسان خسارہ میں ہے) اور اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (بلاشبہ انسان بڑا ہی ظالم ہے) بھی انسان کے متعلق کہا گیا ہے۔

جوہر۔ اصطلاحِ فن میں اس چیز کو کہتے ہیں جو بذاتِ خود قائم ہو۔
عرض۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو بذاتِ خود قائم نہ ہو بلکہ اس کا قیام جوہر کے وسیلے سے ہو۔ جیسے تختی اور اس پر نقش۔ یا کپڑا اور اس کا رنگ۔ تختی اور کپڑا جوہر ہیں۔ نقش اور رنگ عرض ہیں۔

جِرم۔ وہ وجود جس میں طول، عرض اور عمق تینوں میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ جیسے فلکیات و علویات۔

جِسم۔ وہ وجود جس میں ابعادِ ثلاثہ (طول، عرض، عمق) میں سے ایک ہو۔ سفلیات۔

(مؤلف)

پہلا باب

اس میں پانچ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل ثبوتِ علم ہے

(۱) ثبوتِ علم

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ (علم کی تلاش کرو یعنی طلب کرو اگرچہ وہ چین ہی میں ملے) علوم بہت سے ہیں اور انسان کی عمر بہت تھوڑی ہے۔ انگریزی میں کسی نے کیا خوب ہی کہا ہے۔

ART IS LONG BUT TIM IS SHORT

علوم بہت سے ہیں۔ اسی لئے تمام علوم کا سیکھنا انسان پر فرض نہیں ہے۔
علم نجوم کا اس قدر سیکھنا ضروری ہے کہ اوقاتِ نماز معلوم کئے جا سکیں۔ اسی طرح بیماری سے بچنے کے لئے علم طب اور وراثت کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے علم ریاضی کا سیکھنا درست ہے۔ غرضیکہ علم کا سیکھنا اسی قدر فرض ہے جس سے عمل درست ہو۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے۔
وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وہ لوگ وہ علم سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دیتا ہے اور کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جو نفع نہ دے۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ مَّالَا یَنْفَعُ اے اللہ تعالیٰ! میں اس علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

تھوڑے سے علم کے ساتھ بہت سا عمل کرنا چاہیئے۔

۲۔ علم کی قسمیں

علم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علم الٰہی۔ (۲) علم مخلوق۔

بندہ کا علم علم الٰہی کے مقابلے میں لاشی محض ہوتا ہے کیونکہ علم الٰہی صفت قدیم ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی انتہا نہیں ہے اور بندوں کے صفات منتہی ہوتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

علم ایک ایسی صفت ہے جس سے جاہل عالم ہوتا ہے اَلْعِلْمُ صِفَةٌ یَصِیْرُ الْجَاھِلُ عَالِمًا۔

حضرت حاتم اصم ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چار علم اختیار کئے۔

۱۔ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ میرا رزق مقدر ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی لہٰذا تلاش سے بے فکر ہو گیا۔

۲۔ خداوند کریم کا مجھ پر حق ہے جسے میرے سوا اور کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ اس کے ادا کرنے میں مشغول ہو گیا۔

۳۔ میں موت سے بھاگ نہیں سکتا۔ اس لئے اس کا سامان کرتا ہوں۔ یعنی نیک کام کرتا ہوں۔

۴۔ میرا ایک مالک ہے۔ جو میرے احوال سے واقف ہے اس لئے شرم محسوس کرتے ناکردنی کاموں سے دست بردار ہو گیا ہوں۔

۳۔ معرفت و شریعت

انسان کو امور الٰہی اور خدا کی معرفت کا علم ہونا ضروری ہے اور انسان پر مصلحت

Marfat.com

وقت کا علم بھی فرض ہے۔ جو علم ضرورت کے وقت کام آتا ہے اس کا ظاہر و باطن دو قسم کا ہے۔

۱۔ علمِ اصول:۔ اس کا ظاہر حکم شہادت ہے اور باطن معرفت الٰہی کی تحقیق۔

۲۔ علمِ فروع:۔ اس کا ظاہر معاملاتِ دینی کو عمل میں لانا ہے اور اس کا باطن نیت کا صحیح کرنا ہے۔ حقیقت کا ظاہر باطن کے بغیر منافقت ہے اور باطن ظاہر کے بغیر بے دینی ہے اس لئے شریعت بلا حقیقت نقصان اور حقیقت بلا شریعت ہوس ہے۔

علمِ حقیقت کے تین ارکان ہیں۔

۱۔ ذاتِ الٰہی اور اس کی واحدنیت اور اس سے تشبیہ کی نفی کا علم۔

۲۔ صفاتِ الٰہی اور اس کے احکام کا علم۔

۳۔ افعالِ الٰہی اور ان کی حکمت کا علم۔

علمِ شریعت کے تین رکن ہیں۔

۱۔ علم کتابِ الٰہی۔ یعنی قرآن پاک کا علم۔

۲۔ علم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی حدیث پاک کا جاننا۔

۳۔ علمِ اجماعِ امت۔ یعنی فقہ کا علم۔

علم ذاتِ خداوندی کی تعلیم ان آیات کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — جان لو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں

۲۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىكُمْ — جان لو اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مالک ہے۔

۳۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ — کیا تو نے اپنے پالنے والے کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سائے کو کس طرح بڑھایا ہے

۴۔ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ۔ — کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ (وہ عجیب الخلقت

اس مضمون کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے۔

مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ رَبُّهٗ وَاِنِّيْ نَبِيُّهٗ حَرَّمَ اللّٰهُ لَحْمَهٗ وَدَمَهٗ

عَلَى النَّارِ (جس نے جان لیا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ اس کا پالنے والا ہے اور اس کا نبی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا گوشت اور خون دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا ہے۔

علم صفاتِ خداوندی کی طرف ایسی آیات رہنمائی کرتی ہیں۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک وہ اللہ تعالیٰ سینوں کے بھیدوں کا جاننے والا ہے۔

۲۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔

۳۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اور وہ (اللہ تعالیٰ) سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

۴۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اور وہ جو چاہے کرنے والا ہے۔

علم افعالِ خداوندی کی بابت اس قسم کی آیات قرآنی میں اشارہ ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

علم شریعت کے رکنِ اوّل یعنی قرآنِ پاک (کتاب اللہ) سے اعتصام کی دلیل اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ اس کتاب میں محکم آیتیں ہیں وہی کتاب کا اصل ہیں۔

رکن دوم یعنی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعلانِ برحق واضح طور پر بیان کیا ہے۔

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیں لے لو۔ اور جس بات سے روکیں رک جاؤ۔

تیسرا رکن اجماع امت ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ میری امت گمراہی پر کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ تم پر اہل حق کی سب سے بڑی جماعت کی پیروی لازم ہے (ہمارے ملک میں سب سے بڑی جماعت احناف کی ہے)

(مؤلف)

Marfat.com

۴۔ مذہب سوفسطائیہ

یہ بے دین لوگوں کا ایک گروہ ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ کسی چیز کا صحیح علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ اپنی ذات کا بھی کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔

ان کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ ایک تو علم کے وجود سے ہی انکار کرتا ہے۔

۲۔ دوسرا علم کا تو قائل ہے لیکن ان کی نظر میں کسی بھی چیز کے بارے میں علم درست نہیں ہوتا۔ یہ دونوں گمراہ ہیں کیونکہ نفی علم جہل ہے اور جہل ہر طبقہ کے نزدیک مذموم ہے۔

۵۔ صوفیاء کے اقوال

(۱) محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَۃٌ ۔ عِلْمٌ مِنَ اللہِ ۔ ۲۔ عِلْمٌ مَعَ اللہِ ۳۔ عِلْمٌ بِاللہِ ۔

علم کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔

۲۔ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کی معیت میں ہو۔

۳۔ وہ علم جو خود اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق ہو۔

علم باللہ وہ معرفت الٰہی ہے کہ تمام انبیاء و اولیاء نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو اسی کے ذریعہ سے پہچانا ہے۔

علم من اللہ سے مراد علم شریعت ہے جو اس کی طرف سے ہم کو نیک اعمال کا حکم دیتا ہے۔ اور ان کے بجا لانے کو ہم پر لازم کرتا ہے۔

علم مع اللہ وہ علم ہے جو طریق حق اور قرب الٰہی کے مقامات اور اولیاء کے درجات بیان کرتا ہے۔

۲۔ ابوعلی ثقفی فرماتے ہیں۔ علم جہالت کی موت سے دل کا زندہ ہونا اور کفر کی تاریکی

Marfat.com

سے ایمان کا روشن ہوتا ہے۔

۳۔ ابو علی وراق ترمذی فرماتے ہیں جو شخص علم کلام (توحید الٰہی) سے محض اس کی عبادت پر اکتفا کرتا ہے اور وہ زہد اختیار نہیں کرتا وہ بے دین ہے اور جو شخص علم فقہ پرہیز کے بغیر اختیار کرتا ہے وہ فاسق ہو جاتا ہے۔

۴۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں میں نے تیس سال مجاہدہ کیا پس میں نے علم اور اس کے مطابق عمل کرنے سے اور کسی چیز کو اپنے لئے مشکل نہیں پایا۔

۵۔ حضرت شیخ ہجویریؒ فرماتے ہیں۔ آگ پر چلنا راہِ علم پر چلنے سے آسان ہے ایک جاہل کے لئے پل صراط سے ہزار بار گزرنا علم کا ایک مسئلہ حل کرنے سے آسان ہے۔

دوسرا باب۔ فقر۔

دوسرا باب فقر کے متعلق ہے اس میں تین فصلیں ہیں۔

۱۔ درویشی اور درویش کی بزرگی۔

خداوند تعالیٰ کی راہ میں درویشی کا بہت بڑا درجہ ہے۔ قرآن پاک میں وارد ہے۔

الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۔ صدقات

ان فقیروں کا حق ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں روک دیئے گئے ہیں۔ اور زمین پر چلنے پھرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور جاہل ان کو ان کے سوال نہ کرنے سے غنی سمجھتا ہے۔

احادیث میں بھی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کو پسند فرمایا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ ۔ اے اللہ تعالیٰ مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکین ہی وفات دے اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے گروہ سے اٹھا۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے:۔

میرے دوستوں کو حاضر کرو۔ فرشتے عرض کریں گے۔ اے بارالٰہا تیرے دوست

Marfat.com

کون ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فقراء اور مساکین۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کئی مہاجر فقیر تھے جو مسجد نبوی میں ہی رہا کرتے تھے اپنی روزی کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کئے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی ان کی خبر گیری فرض تھی "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان عبادت گزار فقراء سے آنکھیں نہ پھیریئے کیا آپ دنیاوی شان و شوکت چاہتے ہیں"

اِن تاکیدی احکام کی بناء پر ان فقراء اور مہاجرین کا رتبہ بہت بلند ہو گیا تھا اور فقر کی عظمت اور جلالت شان ان اقوال سے واضح ہے۔

۲۔ فقر و غناء کی فضیلت میں مشائخ کا اختلاف

مشائخ صوفیہ نے فقر و غنا کی فضیلت سے اختلاف کیا ہے۔ غنا صرف اللہ تعالےٰ ہی کے لائق ہے۔ اور مخلوق اس کی مستحق نہیں۔ فقر کا نام خلقت کے ہی سزاوار ہے اور حق تعالیٰ پر اس اسم کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ انسان کا غناء اسباب کے وجود پر مبنی ہے۔ اور حق تعالیٰ اسباب کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا غنا حقیقی ہے۔ اسباب پر موقوف نہیں ہے۔

پس صفت غناء میں بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اشتراک بالکل باطل ہے۔ جب ذات میں کسی کو حق تعالیٰ کے ساتھ شرکت جائز نہیں ہے تو صفات میں بھی اشتراک ناجائز ہے۔

۳۔ فقر و غنا کے متعلق مشائخ کے اقوال۔

۱۔ متاخرین میں سے ایک بزرگ کا قول ہے۔ فقیر وہ نہیں جس کا ہاتھ ساز و سامان دنیوی سے خالی ہو بلکہ فقیر وہ ہے جس کی طبیعت مراد سے خالی ہو۔ فقر حفاظت اور تصرف دونوں کا ترک کرنا ہے۔

۲۔ یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں عَلَامَۃُ الْفَقْرِ خَوْفُ الْفَقْرِ فقیر کی علامت یہ ہے کہ بندہ کمال ولایت اور قیام مشاہدہ کی صفت جاتے رہنے اور حق سے دور ہو جانے سے ڈرتا رہے۔

Marfat.com

۳۔ رویم بن محمد فرماتے ہیں۔ فقر سے مراد یہ ہے کہ اسرار خداوندی کی حفاظت، بدن کی حفاظت اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔

۴۔ بشر حافی فرماتے ہیں۔ سب سے افضل مقام فقر پر قبر تک صبر کا اعتقاد کرنا ہے

۵۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فقیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے بھی غنی نہیں ہوتا۔

فقر و غنا کے متعلق مشائخ طریقت کے اقوال بہت سے ہیں۔ ان تمام اقوال کا مطالعہ کتاب سے باآسانی کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے طوالت کے خوف سے تمام اقوال کو اس جگہ درج نہیں کیا۔

تیسرا باب۔ تصوّف

تیسرا باب تصوف کے بارے میں ہے اس میں تین فصلیں ہیں۔

(۱) تصوف کے معنی۔

تیسرا باب تصوف کی ماہیت کے بارے میں ہے۔ چنانچہ شیخ ہجویری اس باب کا آغاز کلام الٰہی سے کرتے ہیں۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں۔

حدیث پاک میں وارد ہے۔ مَنْ سَمِعَ صَوْتَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا یُؤْمِنُ عَلٰی دُعَائِهِمْ کُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْغَافِلِیْنَ ۝ جو کوئی اہل تصوف کی آواز سنے اور ان کی دعا پر ایمان نہ لائے (یقین نہ رکھے) وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں غافلوں میں لکھا جاتا ہے۔

آپ نے لفظ صوفی کی بھی صراحت فرمادی ہے اور مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

۱۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ لفظ صوفی صوف بمعنی اون سے مشتق ہے۔ چونکہ اہل تصوف

عموماً صوف (اون) کا لباس پہنتے ہیں

۲۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ لفظ صوفی کا تعلق صفِ اوّل سے ہوتا ہے۔ اس لئے صفِ اوّل کے ساتھ تعلق رکھنے والے کو صوفی کہتے ہیں۔

۳۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ لفظ صوفی کا تعلق اہلِ صفہ سے ہوتا ہے۔

۴۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ لفظ صوفی صفا سے مشتق ہے۔ الغرض ہر ایک آدمی نے اپنی اپنی دانست کے مطابق صوفی کے اشتقاق کے متعلق پروش اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام تعریفیں اپنے اپنے مقام پر درست ہوں۔ لیکن لغوی اعتبار سے کسی قول کی بھی تائید نہیں ہوتی۔

شیخ ہجویری رحمتہ اللہ کے خیال کے مطابق صوفی وہ ہے جس کا دل صفا سے پُر ہو اور گندگی سے خالی ہو۔ "صفا صفت کدر نبود۔ کدر صفت بشر بود بہ حقیقت صوفی بود آنکہ اور از کدر گزر بود۔" اس تعریف کے مطابق کاملانِ راہ طریقت ہی تصوف کے اعلیٰ و ارفع مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔

صوفی نامے الیست کہ مر کاملاں ولایت را محققاں بدیں نام خوانند درخوانده اند۔

اَلصَّفَا صِفَةُ الْاَحْبَابِ وَهُمْ شُمُوْسٌ بِلَا سَحَابٍ دل کی صفائی احباب (اولیاء اللہ) کی صفت ہے اور وہ لوگ سورج کی مانند ہیں جن پر بادل کا پردہ نہیں ہوتا۔

ایک بزرگ کا قول ہے۔

مَنْ صَفَّاهُ الْحُبُّ فَهُوَ صَافٍ وَمَنْ صَفَّاهُ الْحَبِيْبُ فَهُوَ صُوْفِيٌّ

جس کو محبت صاف کر دے وہ صافی یعنی صاف باطن ہے اور جسے حبیب اللہ تعالیٰ صاف کر دے وہ صوفی ہے۔

اہلِ تصوف کے تین درجے ہوتے ہیں۔

۱۔ صوفی۔

۲۔ متصوف

۳۔ مستصوف

Marfat.com

چنانچہ شیخ ہجویری فرماتے ہیں۔

۱۔ صوفی آں بود کہ از خود فانی بود۔ و بحق باقی واز قبضۂ طبائع رستہ و بہ حقیقت پیوستہ۔

۲۔ و متصوف آں کہ بہ مجاہدہ ایں درجہ رامی طلبد و اندر طلب خود را بر معاملت ایشان درست می کند۔

۳۔ و مستصوف آنکہ از برائے مال و منال و جاہ و حفظ دنیا خود را مانند ایشاں کردہ وازیں ہر دو چیز خبر ندارد۔ و تا حدے کہ گفتہ اند۔

اَلْمُسْتَصْوِفُ عِنْدَ الصُّوْفِیَّۃِ کَالذُّبَابِ وَعِنْدَ غَیْرِھِمْ کَالذِّئَابِ۔ مستصوف صوفیہ کے نزدیک مکھی کی مانند ہوتا ہے اور ان کے سوا دوسرے لوگوں کے پاس بھیڑیوں کی طرح ہوتا ہے۔

مستصوف بہ نزدیک صوفی از حقیرے چوں مگس بود۔ آنچہ کند نزدیک دبے ہوس بود و نزدیک دیگراں چوں گرگ بے اختیار بود۔

صوفی صاحب وصول ہوتا ہے اور اسے وصل مقصود ہوتا ہے۔

متصوف صاحب اصول ہوتا ہے کیونکہ اصل پر قائم رہ کر احوال طریقت میں مشغول رہتا ہے۔

مستصوف صاحب فضول ہوتا ہے جس کی قسمت میں حقیقت سے محجوبی اور معانی سے محرومی ہوتی ہے۔

۲۔ صوفیا کے نزدیک صوفی کے معنی۔

اس فصل میں صوفیا کے متعلق مختلف صوفیوں کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ذوالنون مصری۔

اَلصُّوْفِیُّ اِذَا نَطَقَ بَانَ نُطْقُہٗ مِنَ الْحَقَائِقِ وَاِنْ سَکَتَ نَطَقَتْ عَنْہُ الْجَوَارِحُ بِقَطْعِ الْعَلَائِقِ۔ صوفی جب کلام کرتا ہے تو اس کا کلام حقیقت کا مظہر ہوتا ہے اور جب خاموش ہو جاتا ہے تو اس کے اعضاء و جوارح دنیوی تعلقات کے قطع کو بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

۲۔ حضرت جنید بغدادی
اَلتَّصَوُّفُ نَعْتٌ اَقَامَ الْعَبْدُ فِیْهِ قِیْلَ نَعْتٌ لِلْعَبْدِ اَمْ نَعْتٌ لِلْحَقِّ
فَقَالَ نَعْتُ الْحَقِّ حَقِیْقَةً وَ نَعْتُ الْعَبْدِ رَسْمًا
تصوف ایک ایسی صفت ہے جس میں بندہ قائم ہے۔ ان سے کہا گیا۔ بندہ کی صفت ہے یا خدا کی۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت وہ صفت خدا کی ہے اور رسمی طور پر ظاہر بندہ کی ہے۔

۳۔ ابوالحسن نوری۔

۱۔ اَلتَّصَوُّفُ تَرْكُ كُلِّ حَظٍّ لِلنَّفْسِ
تصوف تمام نفسانی لذتوں کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔

۲۔ الصُّوْفِیَّةُ هُمُ الَّذِیْنَ صَفَتْ اَرْوَاحُهُمْ فَصَارُوْا فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ بَیْنَ یَدَیِ الْحَقِّ صوفی وہ لوگ ہیں جن کی روح آلودگیوں سے صاف ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہلی صف میں ہوتے ہیں۔

۳۔ الصُّوْفِی الذی لَا یَمْلِكُ وَلَا یُمْلَكُ
صوفی وہ ہے جو نہ تو خود کسی چیز کا مالک ہو اور نہ کوئی اس کا مالک ہو۔

۴۔ ابن جلاء
التَّصوف حقیقةٌ لَا رَسْمَ لَهُ
تصوف ایک ایسی حقیقت کا نام ہے جس کا کوئی ظاہر نہیں ہے۔

۵۔ ابوعمرو دمشقی
التصوف رُؤْیَةُ الْکونِ بعینِ النَّقْصِ بل غَضُّ الطَّرْفِ عَنِ الْکَوْنِ ۔ تصوف سے مراد موجودات کو نقصان کی آنکھ سے دیکھنا ہے بلکہ ان سے آنکھ بند کر لینے کا نام ہے۔

۶۔ ابوبکر شبلی۔
التَّصَوُّفُ شِرْكٌ لِاَنَّهٗ صِیَانَةُ الْقَلْبِ مِنْ رُؤْیَةِ الْغَیْرِ

وَلَاغَیْرُہٗ۔ تصوف ایک قسم کا شرک ہے۔ کیونکہ وہ دل کو غیر اللہ کے دیکھنے سے محفوظ کر لینا ہے۔ حالانکہ غیر اللہ کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔

۷۔ حضرت حضرمی۔

اَلتَّصَوُّفُ صَفَاءُ السِّرِّ مِنْ کُدُوْرَۃِ الْمُخَالَفَۃِ تصوف مخالفت کی کدورت سے دل کے صاف کرنے کا نام ہے۔

۸۔ حضرت شبلی۔

اُلصُّوْفِی لَا یَرٰی فِی الدَّارَیْنِ مَعَ اللّٰہِ غَیْرُ اللّٰہِ

صوفی دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کو نہیں دیکھتا۔

۹۔ علی بن بندار صیرفی

اَلتَّصَوُّفُ اِسْقَاطُ الرُّؤْیَۃِ لِلْحَقِّ ظَاہِرًا وَّ بَاطِنًا

تصوف یہ ہے کہ صوفی ظاہر اور باطن میں اپنے دیکھنے کو حق کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

۱۰۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ۔

اَلتَّصَوُّفُ مَبْنِیٌّ عَلٰی ثَمَانِ خِصَالِ السَّخَاءِ وَالرِّضَاءِ وَالْاِشَارَۃِ وَالْغُرْبَۃِ وَلُبْسَ الصُّوْفِ۔ وَالسِّیَاحَۃِ وَالْفَقْرِ۔

اَمَّا السَّخَاءُ فَلِاِبْرَاہِیْمَ وَاَمَّا الرِّضَاءُ فَلِاِسْمَاعِیْلَ وَاَمَّا الصَّبْرُ فَلِاَیُّوْبَ وَاَمَّا الْاِشَارَۃُ فَلِزَکَرِیَّاءَ وَاَمَّا الْغُرْبَۃُ فَلِیَحْیٰی وَاَمَّا لُبْسُ الصُّوْفِ فَلِمُوْسٰی وَاَمَّا السِّیَاحَۃُ فَلِعِیْسٰی وَاَمَّا الْفَقْرُ فَلِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے یعنی سخاوت۔ رضا، صبر، اشارہ، غربت، صوف پہننا، سیر و فقر۔

لیکن سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے۔ رضا حضرت اسماعیل کے لئے صبر حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے۔ اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے۔ سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے صوف پہننا

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے۔ اور فقر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔
ان اقوال کے علاوہ دیگر صوفیاء کرام کے اقوال بھی اصل کتاب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

متصوّف کے معاملات۔

ابو حفص نیشاپوری فرماتے ہیں۔

اَلتَّصَوُّفُ کُلُّہٗ اٰدَابٌ وَلِکُلِّ وَقْتٍ اَدَبٌ وَلِکُلِّ مَکَانٍ اَدَبٌ وَلِکُلِّ حَالٍ اَدَبٌ۔ فَمَنْ لَزِمَ اٰدَابَ الْاَوْقَاتِ بَلَغَ مَبْلَغَ الرِّجَالِ وَمَنْ ضَیَّعَ الْاٰدَابَ فَھُوَ بَعِیْدٌ مِنْ حَیْثُ یَظُنُّ الْقُرْبَ وَمَرْدُوْدٌ مِنْ حَیْثُ یَظُنُّ الْقُبُوْلَ تصوف سب کا سب ادب ہے۔ ہر وقت ہر مکان اور ہر حال کے لئے ادب ہے جو آدمی اوقات کے آداب بجا لانے کو اپنے اوپر لازم کر لے وہ مردانِ حق کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور جو آداب کو ضائع کر دیتا ہے وہ اس لحاظ سے کہ اپنے آپ کو قریب سمجھتا ہے۔ بعید ہوتا ہے اور اس حیثیت سے مردود ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو مقبول خیال کرتا ہے۔

حضرت مرتعش فرماتے ہیں۔

اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلُقِ تصوف نیک اخلاق کا نام ہے۔

نیک اخلاق تین طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ اللہ کے ساتھ نیک برتاؤ یعنی بغیر ریا کے اس کے احکام بجا لانے سے حاصل ہوتا ہے۔
۲۔ خلقت کے ساتھ نیک برتاؤ۔ بزرگوں کی عزت۔ چھوٹوں پر شفقت اور اپنے برابر کے لوگوں سے مساویانہ سلوک کرنے اور کسی لالچ کے بغیر سب کے ساتھ انصاف کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔
۳۔ نیک برتاؤ اپنے ساتھ خواہشاتِ نفسانی کی متابعت نہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے

اس فصل میں مزید خصوصیاتِ تصوف اور صوفیہ کے معاملات کا ذکر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی تاکید کی گئی ہے۔ اگر تصوف کی اصلیت کا انکار

Marfat.com

کی جائے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری شریعت اور ان کی عمدہ خصائل کا انکار کرنا ہے۔

۴۔ مرقعہ پہننے کے بیان میں۔

مرقعہ کھردرے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔

اس باب میں گدڑی پہننے کے آداب درج ہیں۔ اس میں تین فصلیں ہیں۔

۱۔ صوفی کا ظاہری نشان گدڑی پہننا ہے اور گدڑی پہننا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

عَلَيْكُمْ بِلُبْسِ الصُّوْفِ تَجِدُوْنَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ فِي قُلُوْبِكُمْ

"تم صوف (اون) پہننا اپنے اوپر لازم کر لو تاکہ تم اپنے دلوں میں ایمان کی لذت پاؤ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

لَا تُضَيِّعِي الثَّوْبَ حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ

"کپڑے کو ضائع نہ کرو جب تک اس کو پیوند نہ لگاؤ۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت مشہور کہ آپ ایسی گدڑی پہنتے تھے جس میں تیس پیوند لگے ہوتے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ بہترین لباس وہ ہے جو بہت ہم کم خرچ ہو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے ستر اصحابِ بدر کو دیکھا ہے کہ سب کا لباس اون کا تھا۔ جو شخص صوفی کی صحبت کا قصد کرتا ہے۔ اس کا حال چار باتوں سے باہر نہیں ہوتا۔

۱۔ باطن کی صفائی۔ دل کی روشنی۔ طبیعت کی پاکیزگی اور مزاج کا اعتدال صوفی کے باطن کے اسرار کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔

۲۔ جسم کی درستی۔ دل کی صفائی اور سینہ کی تسلی صوفیائے کرام کے ظاہر حال کے ساتھ نظر آتی ہے۔

۳۔ مروت انسانی۔ عمدہ ہم نشینی اور حسنِ اخلاق صوفیاء کی سیرت اور کردار سے نمایاں ہوتے ہیں۔

۴۔ دُنیا کی سرداری کی طلب۔ صدر نشینی کا قصد، ممتاز اور خاص بننے کی جستجو صوفیاء کے احوال کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

الغرض گدڑی اولیاء کی زینت ہے۔ عوام الناس اس سے عزیز اور خواص اس سے ذلیل ہوتے ہیں۔

اَلْمُرَقَّعَةُ لِبَاسُ النِّعَمِ لِلْعَوَامِ وَجَوْشَنُ الْبَلَاءِ الْخَوَاصِ

گدڑی عوام کے لئے نعمت کا لباس اور خواص کے لئے مصیبت کی زرہ بکتر ہے۔

۲۔ گدڑی پہننے کی شرطیں۔

گدڑی پہننے کی شرطیں یہ ہیں۔

۱۔ گدڑی ہلکی ہونے کی وجہ سے اور آسانی کے پیش نظر پہنی جائے۔

۲۔ جب تک گدڑی میں کچھ باقی ہو اسے استعمال کیا جائے۔

گدڑی پھٹ جانے کی صورت میں صوفیا کے دو قول ہیں۔

(۱) پیوند لگانے میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

(۲) پیوند لگانے میں ترتیب اور سلیقہ ضروری ہے۔

ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر کے لئے کم سے کم تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

۱۔ چیتھڑا سیدھا سینا اس کو معلوم ہو۔

۲۔ سچی بات سننی جانتا ہو۔

۳۔ صحیح طور پر پاؤں زمین پر رکھ سکے۔

۳۔ گدڑی فقیر کی پہچان نہیں ہے۔

اہلِ تصوف کی عادتوں کا ترک کرنا طریقت کی شرط نہیں ہے۔ صوفیاء کرام، جو ایسے حال میں ریشم کا لباس پہنتے ہیں اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔

۱۔ ریشم جانوروں کے جا اور بے جا بیٹھنے سے ناپاک ہو جاتی ہے۔

۲۔ بدعتیوں نے ریشم کا لباس پہننا اپنا شعار بنا لیا ہے۔ بدعتیوں کے شعار کے خلاف

Marfat.com

کرنا بشرطیکہ وہ سنت کے خلاف نہ ہو اچھا ہوتا ہے۔)

بدعت سے مراد تکمیلِ دین کے بعد دین میں کوئی چیز داخل کرنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو دوزخی قرار دیا ہے۔

صوفیا کے کپڑے اکثر نیلے ہوتے ہیں۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔

۱۔ صوفیاء نے اپنے طریق کی بنیاد سیر و سیاحت پر رکھی ہے۔ سفید لباس سفر میں اپنے حال پر قائم نہیں رہتا اس کا دھونا دشوار ہوتا ہے۔ ہر شخص سفید لباس کا طمع کرتا ہے۔

۲۔ نیلا لباس اہلِ ماتم اور مصیبت زدہ لوگوں کا ہوتا ہے۔ دنیا چونکہ محنت کا گھر، مصیبت کا پردہ سرا، غم کا گڑھا، جدائی کی کٹیا اور بلا کا گہوارہ ہے۔ اہلِ حق نے نیلا لباس پہن لیا اور وصالِ محبوب میں بیٹھ گئے۔

ایک جھوٹے مدعی نے کسی درویش سے نیلے لباس کے متعلق پوچھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزیں دنیا میں باقی رہی ہیں۔

۱۔ فقر۔ ۲۔ علم۔ ۳۔ شمشیر۔

۱۔ تلوار بادشاہوں کو ملی انہوں نے موقع پر استعمال نہ کی۔

۲۔ علم علماء نے اختیار کیا اس پر عمل نہ کیا فقط سیکھنے پر اکتفا کیا۔

۳۔ فقر فقیروں کے گروہ نے اختیار کیا۔ اسے دولت جمع کرنے کا آلہ بنایا۔

میں نے ان تینوں گروہوں کی مصیبت پر نیلا لباس پہن لیا۔

شیخ بوعلی سینا رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ گدڑی پہننا کس کے لئے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے لئے جو مملکتِ الٰہی کے تمام اسرار سے مطلع ہو۔

۵۔ فقر و صفوت کی فضیلت میں اختلاف

اس باب میں صرف ایک ہی فصل ہے۔

فقر و صفوت کی فضیلت میں اختلاف۔

ایک گروہ کے نزدیک فقر صفوت سے افضل ہے۔ دوسرے گروہ کے خیال میں

صفوت فقر سے بہتر ہے۔

فقر۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک چیز فانی ہے۔

صفوت۔ فقر کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ جب فنا حاصل ہو جاتی ہے تو مقامات سب فنا ہو جاتے ہیں۔

فقر۔ ایک موجود چیز ہے جو اس قابل ہے کہ اس کا نام رکھا جائے۔

صفوت۔ تمام موجودات سے قطع تعلق کو کہتے ہیں اور جملہ موجودات سے انقطاع عین فنا ہے اور فقر عین بقا ہے۔

فقر۔ اولیاء اللہ کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔

صفوت۔ اولیاء اللہ کے کمالات میں سے ایک کمال ہے۔

الغرض اولیاء اللہ ایسے مقامات پر پہنچ جاتے ہیں جہاں کوئی مقام باقی ہی نہیں رہتا بلکہ سب درجات اور مقامات فنا ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اسرار و لطائف کے بیان کرنے سے الفاظ عاجز آجاتے ہیں۔

۶۔ ملامت کا بیان

۱۔ ملامت کی حقیقت۔ مشائخ طریقت کے ایک گروہ نے ملامت کا رنگ اختیار کیا ہے اور ملامت کو محبتِ الٰہی میں کے خالص ہونے میں بڑا اثر ہے اور پورا دخل ہے اور اہلِ حق تمام عالم میں خلقت کی ملامت سے مخصوص ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے خلعتِ نبوت سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا تو خلقت نے آپؐ پر زبانِ ملامت دراز کی۔ کسی نے آپؐ کو کاہن، کسی نے شاعر کسی نے دیوانہ اور ایک گروہ نے جھوٹا کہا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کی صفت میں فرمایا ہے

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ وہ لوگ ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے۔

۲۔ اسباب ملامت

ملامت کے اسباب تین ہیں۔

۱۔ راست روی۔

۲۔ خلاف ورزی کا ارادہ۔

۳۔ ترکِ شریعت۔

۱۔ راست روی پر ملامت کی یہ صورت ہے کہ کوئی شخص راست باز ہو۔ اور دینِ حق کی حفاظت کرتا ہو۔ لیکن لوگ پھر بھی اس کو ملامت کرتے ہیں۔ مگر وہ ان کی ملامت کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔

۲۔ قصدِ خلاف ورزی پر ملامت کی صورت یوں ہے کہ آدمی خواہ مخواہ ایسا کام کرے جو شریعت کے خلاف تو نہ ہو لیکن لوگ اس سے نفرت کریں۔ اور اس پر ملامت کا راستہ اختیار کریں۔ یہ اس آدمی کی طرف سے لوگوں میں قصد ملامت کا راستہ ہے جس کی وجہ سے لوگ اس سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

۳۔ ترکِ شریعت پر ملامت کی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی کو طبعًا کفر (حق کا چھپانا) اور ضلالت (راہِ حق سے بھٹک جانا) پسند آجائے اور وہ شریعت اور اس کی متابعت ترک کر دے یہ طریقہ نامحمود اور کفر کا طریقہ ہے۔

۳۔ شیخ ابو حمدان رحمۃ اللہ علیہ کی ملامت کی حقیقت

طریقت میں ملامت کو شیخ ابو حمدان قصاب رحمۃ اللہ علیہ نے رواج دیا ہے۔ ان کا قول ہے۔ اَلْمَلَامَۃُ تَرْکُ السَّلَامَۃِ (ملامت سلامتی کو ترک کرنا ہے)

زمانہ حال کے جو رنگین لباس صوفی اپنے آپ کو فرقہ ملامتیہ سے منسوب کرتے ہیں وہ فرائض شرعی کو ترک کرتے ہیں اور علی الاعلان نواہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی اس بے راہ روی اور گمراہی کا نام فقر و تصوف رکھا ہوا ہے۔

شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔

Marfat.com

"اما آنکہ طریقش ترک باشد۔ خلافِ شریعت چیزے بر دست گیرد و گوید کہ ایں طریق ملامت می ورزم۔ آں ضلالت واضح باشد و آفت ظاہر و ہوس صادق۔ چنانچہ اندریں زمانہ بسیارے ہستند کہ مقصود شاں از رد خلق قبول ایشاں بود۔"

موجودہ دور کے شریعت شکن فقر و کرامت کے دعوے داروں سے متعلق شیخ علیہ الرحمۃ کے خیالاتِ عالیہ قابلِ غور ہیں۔

"ہر کہ خلق را دعوت کنند بامرے از حق۔ مرد آں را برہانے باید۔ برہان آں حفظ سنت باشد۔ چوں از تو ترک فریضہ بینم و تو خلق را بداں دعوت می کنی۔ ایں کار از دائرہ اسلام خارج باشد۔"

ساتواں باب

ساتویں باب میں صحابہ رضی اللہ عنہم (سابقین، اولین۔ مہاجرین، انصار) میں سے ان آئمہ کے بعض حالات بیان کئے گئے ہیں جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاملات میں اہلِ تصوف کے پیش رو ہیں۔

صحابہ کبار

سب سے پہلے خلفاء اربعہ کا ذکر ہے جو تمام صوفیوں کے سرگروہ اور پیشوا ہوئے ہیں۔

۱۔ حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ

منہم شیخ الاسلام و بعد از انبیاء بہترین انام کہ خلیفہ پیغمبر بود۔ امام و سید اہل تجرید و پیشوائے اہل تفرید۔ و از آفاتِ نفسانی بعید۔ ابوبکر بن عبداللہ بن عثمان الصدیق رضی اللہ عنہ کہ وے را کرامات مشہور است و آیات و دلائل ظاہر اندر معاملات و حقائق و اندر بابِ تصوف طرفی از روزگار وے گفتہ شدہ است و مشائخ وے را مقدم ارباب مشاہدہ داشتہ اند۔

Marfat.com

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ومنہم سرہنگ اہلِ ایمان و صعلوک اہلِ احسان۔ امام اہلِ تحقیق اندر بحرِ محبت غریق۔ ابوحفص عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ وے را کرامات مشہور است و فراسات مذکور۔ و مخصوص بود بفراست و صلابت و وے را لطائف است۔ اندریں طریقت و حقائق اندریں معنی۔

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ومنہم و نیز گوہر کنج و حیا و اعبد اہلِ صفا و متعلق درگاہِ رضا و متولی و متمکن بر طریق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوعمرو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہ وے را فضائل ہویدا است و مناقب ظاہر اندر کل معانی۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ

ومنہم عم زادہ مصطفےٰ و غریق بحرِ بلا و حریقِ نارِ ولا و مقتدای اولیاء و اصفیا ابوالحسن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و اورا اندر طریقت شانِ عظیم و درجتے رفیع است و اندر دقت عبادت از حصول حقائق حظی تمام داشت تا حدے کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ گفت۔ شیخنا فی الاصول و البلاء علی المرتضےٰ شیخ ما اندر وصول و اندر بلا کشیدن علی مرتضیٰ است رضی اللہ عنہ

آٹھواں باب

اس باب میں اہلِ بیت میں سے اہلِ تصوف کے آئمہ اطہار کا ذکر ہے۔

۱۔ امام حسن رضی اللہ عنہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کے پھول حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں آپ کو طریقت میں نظر کامل اور تصوف کے دقائق بیان کرنے میں حصہ وافر تھا۔

۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ، شمع آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تمام تعلقاتِ دنیا سے مجرد اور اپنے زمانے کے سردار تھے۔ زمانے کے محقق اولیاء اللہ میں سے تھے

اہلِ صفائے بطن کے قبلہ کربلا کے شہید۔ اہلِ طریقت آپ کے حال کی درستی پر متفق ہیں۔

۲۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ:۔ نبوت کے وارث، امت کے چراغ سید مظلوم۔ آپ اہلِ زمانہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ آپ حقائقِ معرفت کے کھولنے والے اور دقائقِ طریقت کے بیان کرنے والے ہیں۔

۴۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ:۔ اہلِ عمل پر حجت، اربابِ مشاہدہ کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل میں برگزیدہ ہیں۔

۵۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:۔ سُنتِ نبوی کی تلوار، طریقت کی زیبائش معرفت کو بیان کرنے والے ہیں اور صفوت کو زینت دینے والے ہیں۔

نواں باب

اس باب میں اہلِ صفہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے جن کے ذکر میں شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مستقل تصنیف منہاج الدین کا حوالہ دیا ہے۔

اہلِ صفہ میں مشہور ترین اصحاب کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ:۔ آپ بارگاہِ نبوی کے منادی (ندا دینے والے) یعنی موذن تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ تھے۔

۲۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:۔ یہ خدائے واحد کے دوست تھے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے واقف تھے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

۳۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ:۔ آپ اہلِ صفہ میں سے برگزیدہ تھے۔ اور ان کی زینت تھے۔ ان کی کنیت ابو الیقظان ہے۔

۴۔ ابو مسعود عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ:۔ یہ علم کا خزانہ تھے۔

کتاب میں شیخ ہجویری نے بائیس اصحاب کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

دسواں باب

اس باب میں تابعین رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہے۔ جن میں مشہور ترین اصحاب سماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ۔ اُمت کے آفتاب دین و مذہب کی شمع ہیں۔

۲۔ حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ۔ صفائے باطن کی شمع اور وفاء عہد کی کان ہیں۔

۳۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ۔ اہل زمانہ کے امام اور زمانہ میں یکتا ہیں۔

۴۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ۔ علماء کے سردار اور فقیہوں کے فقیہہ ہیں۔

گویا کہ تابعین رضی اللہ عنہم میں یہ حضرات صوفیوں کے سردار و پیشوا گذرے ہیں۔

گیارھواں باب

اس باب میں تبع تابعین میں سے صوفیاء کرام کے آئمہ کا ذکر ہے اس باب میں چونسٹھ آئمہ صوفیہ کا ذکر ہے جن میں مشہور ترین اصحاب یہ ہیں۔

۱۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ۔ امام اعظم رحمتہ اللہ کا ذکر ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:۔ ومن ھم امام جہاں و مقتدائے غلغاں شرف فقہاء و عز علماء ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الخزاز رحمتہ اللہ علیہ۔ وے را اندر عبادت و مجاہدت قدمی درست بود و اندریں اصول طریقت شانی عظیم داشت۔

۲۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا شافع بن سائب کے بیٹے تھے اپنے زمانے میں بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ تمام علوم میں اپنے وقت کے امام، جوانمردی اور پرہیزگاری میں معروف تھے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مستفید ہوئے۔

۳۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ۔ سنت رسولؐ کو زندہ کرنے والے اور اہل بدعت کو مٹانے والے ہیں۔ پرہیزگاری اور تقویٰ میں مخصوص اور حافظ حدیث

Marfat.com

تھے۔ صوفیاء اور علماء دونوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

۴۔ مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ۔ اہلِ محبانِ الٰہی کے نقیب اور جن و انس کی زینت ہیں۔ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے محرمِ راز تھے۔ اہلِ طریقت کے بزرگوں میں سے ہوئے ہیں۔

۵۔ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ طریقت کے بہادر۔ شریعت میں مضبوط۔ بلند ہمت اور صاحب عزت تھے۔ مردانِ خدا کے مراتب میں بہت بڑا درجہ رکھتے تھے۔

۶۔ ذوالنون مصری رح۔ آپ تحقیق و کرامت کی کشتی۔ شرف و ولایت کے خزانہ ہیں۔

۷۔ داؤد طائی رح۔ آپ طلب جاہ کے مخالف تھے۔ مخلوق سے قطع تعلق کرنے والے تھے۔

۸۔ معروف کرخی رح۔ آپ حضرت علی بن موسیٰ کے تربیت یافتہ مشائخ متقدین سے ہیں۔

۹۔ ابراہیم ادہم رح۔ سرداروں کے سردار۔ لقاءِ الٰہی کے طریقہ کے مالک۔ یکتاء روزگار ہمسروں کے سردار ہیں۔

۱۰۔ سری سقطی رح۔ اہلِ حقائق کے شیخ۔ تعلقات دنیا سے بے نیاز جنید بغدادی کے ماموں تھے۔

۱۱۔ فضیل بن عیاض رح۔ اہلِ حق کے بادشاہ۔ بارگاہِ قرب الٰہی کے منتخب ہیں۔

۱۲۔ جنید بغدادی رح۔ طریقت ہیں شیخ المشائخ شریعت میں اماموں کے امام تھے۔

۱۳۔ ابوبکر شبلی رح۔ احوال کی تسلی۔ مقال کی کشتی ہیں۔ اہلِ طریقت کے سردار تھے۔

۱۴۔ منصور حلاج رح۔ عالم معنی ہیں ڈوبے ہوئے اور اپنے دعویٰ میں ہلاک شدہ ہیں۔

بارھواں باب

اس باب میں صوفیاء متاخرین کے آئمہ کا ذکر ہے۔ جن میں سے دس بزرگانِ دین کے حالات درج ہیں۔ جن میں سے ابوالحسن خرقانی۔ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری اور ابواحمد بن حمدان رحمتہ اللہ علیہم کے اسماء گرامی خاص طور پر

قابلِ لحاظ ہیں۔

تیرھواں باب

اس باب میں متاخرین اہلِ صوفیاء کا مختصر حال درج ہے۔ یہ باب ابواب ماسبق کا تکملہ ہے اس میں معاصرینِ صوفیہ کی تقسیم ان کے وطن کی بناء پر کی ہے۔
صوفیہء شام وعراق۔ صوفیاء اہلِ فہستان و آذربائیجان۔ صوفیاء کرمان۔ صوفیہ ماوراالنہر وغیرہ ھم۔

چودھواں باب

اس باب میں صوفیہ کے فرقوں کا باہمی فرق بیان کیا گیا ہے۔ یہ باب کتاب کشف المحجوب کا سب سے زیادہ طویل باب ہے۔ اس میں صوفیہ کے مختلف سلسلوں کا ذکر اس اندازسے کیا گیاہے۔ کہ ان کے اصول اور باہمی فرقوں کا یہ تفصیلی محاسبہ ہے۔ شیخ ہجویری کی تحقیق کے مطابق اس وقت کے صوفیہ کے کل بارہ سلسلے تھے جن میں دس فرقے اہلِ حق تھے باقی دو اہلِ ضلالت سے خیال کئے جاتے تھے اور مردود تھے۔ دس مقبول سلسلوں کے نام درج ذیل ہیں۔

نام سلسلہ	نام بانی سلسلہ	کوائف
۱۔ محاسبیہ	عبداللہ بن حارث محاسبیؒ	رضا تصوف کا مقام نہیں ہے بلکہ احوال بندہ ہے
۲۔ قصاریہ	ابوحمدون قصارؒ	ملامت پسند تھے۔ اللہ کا علم مخلوقات کے علم سے اچھا ہوتا ہے۔
۳۔ طیفوریہ	بایزید بسطامیؒ	آپ کا طریقہ غلبہ ومستی تھا۔ یہ سکر کو پسند کرتے تھے۔
۴۔ جنیدیہ	جنید بغدادیؒ	یہ صحو کو پسند کرتے تھے۔ استفادہ کمال کے لئے ہوش لازم ہے۔
۵۔ نوریہ	ابوالحسن نوریؒ	ایثار کو بنیادی حیثیت دیتے تھے۔
۶۔ سہلیہ	سہل تستریؒ	ریاضت اور مجاہدہ انسان کو راہ راست پر لاتے ہیں

نام سلسلہ	نام بانی سلسلہ	کوائف
۷۔ حکیمیہ	حکیم ترمذیؒ	روحانیت اور ولایت پر زور دیتے ہیں۔
۸۔ خرازیہ	ابوسعید خرازؒ	تجرید اور انقطاع کو پسند کرتے تھے۔
۹۔ خفیفیہ	ابوعبداللہ خفیفؒ	آپ کا طریقہ غیب اور حضور پر مبنی ہے۔
۱۰۔ سیاریہ	ابوالعباس سیاریؒ	آپ کا طریقہ جمع اور تفریق پر قائم ہے۔

باقی دو مردود اور اہلِ ضلالت فرقے یہ ہیں۔

۱۔ حلولیہ	ابوحلمان دمشقی	بندہ حق تعالیٰ میں سرایت کرتا ہے۔

۲۔ دوسرے مردود فرقے کا نام کتاب میں درج نہیں ہے۔ لیکن ملا جامی نے نفحات الانس میں اس کے بانی کا نام فارس بن علیسیٰ بغدادی لکھا ہے۔

شیخ ہجویریؒ نے اس فرقے کا انتساب صرف فارس کی طرف کیا ہے جس نے شریعت کو ترک کر کے الحاد اختیار کیا۔ یہ اباحی کہلاتے ہیں یہ روح کو ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

باب کے آخر میں روح کی تحقیق اور روح کے متعلق مشائخ کے اقوال درج کئے ہم نے مختصر طور پر صوفیوں کے بارہ فرقوں کے متعلق گذشتہ اوراق میں بیان کیا ہے اب ہم قارئین کی اصلاح کی خاطر ہر فرقہ کے بانی اور اس کے اقوال کے متعلق درج کرتے ہیں۔

۱۔ محاسبیہ :۔ اس فرقہ کے لوگ حضرت ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھتے ہیں۔ آپ اہلِ زمانہ کے اتفاق سے مقبول نفس بزرگ تھے اور علم اصول و فروع اور حقائق کے بے بدل عالم تھے۔ آپ رضا کو طریقت کے مقامات میں سے کوئی مقام نہیں سمجھتے تھے۔

رضا کی حقیقت کلامِ پاک اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رضا کے اثبات پر ناطق ہیں۔ کلامِ پاک میں وارد ہے :۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو

حدیث پاک میں وارد ہے۔ ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا۔
اس آدمی نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوا۔
رضا کی قسمیں :۔ رضا کی دو قسمیں ہیں۔
۱۔ خداوند تعالیٰ کا بندہ سے راضی ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ثواب و نعمت و کرامت عطا کرنے کا ارادہ ہونا اللہ تعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا ہے۔
۲۔ بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان پر ثابت قدم ہونا بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا ہے۔
رضا الٰہی رضاء بندہ سے مقدم ہے کیونکہ جب تک توفیق الٰہی نہ ہو بندہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے حکم پر ثابت قدم رہ سکتا ہے۔ رضاء بندہ رضا خداوندی سے وابستہ ہے۔
بندہ کی رضا یہ ہے کہ اس کا دل قضائے الٰہی کی دونوں طرفوں (قضاء منع اور قضاء عطاء) سے یکساں طور پر مطمئن ہو اور راضی ہو۔
رضا کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس بات پر یقین رکھے کہ کسی چیز کا دنیا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ سے ہے اہل رضا کے چار گروہ ہیں۔
۱۔ وہ جو معرفت الٰہی پر راضی ہیں۔
۲۔ وہ جو دنیا کی آسائشوں اور گوناگوں نعمتوں پر راضی ہیں۔
۳۔ وہ جو دنیا کی آزمائشوں اور مصائب و آلام پر راضی ہیں۔
۴۔ وہ جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی محبت اور دیدار میں مست رہتے ہیں۔

اقوالِ مشائخ

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُ رَضِیْتَ عَنِّیْ۔ (اے اللہ تعالیٰ مجھے ایسا عمل بتا دے جس کے کرنے سے تو مجھ سے راضی ہو جائے) اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ فَقَالَ اللّٰہُ تعالےٰ اِنَّکَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِکَ یَا مُوْسٰی۔ فَخَرَّ مُوْسٰی سَاجِدًا مُتَضَرِّعًا فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ یَا اِبْنَ

Marfat.com

عمران رضائی رضاءك بقضائی ۔ (اے موسیٰ تو اس بات کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس موسیٰ علیہ السلام سجدے میں گر پڑے اور عاجزی کرنے لگے ۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عمران کے بیٹے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ماجد کا نام عمران تھا۔) میری رضا میری قضاء پر تیرے راضی ہونے میں ہے ۔

حدیث پاک میں وارد ہے اسئلك الرضا بعد القضاء ۔ اے اللہ تعالیٰ میں قضا کے آجانے پر تجھ سے تیری رضا کی درخواست کرتا ہوں۔

مقام اور حال میں فرق ۔

مقام ۔ بندے کے راہ حق میں قیام کرنے ۔ اس کے حق ادا کرنے اور اسکی رعایت ملحوظ رکھنے کو کہتے ہیں۔ تصوف کے چار مقام ہیں۔

۱۔ توبہ ۲۔ انابت ۳۔ زہد ۔ ۴۔ توکل۔

صوفی کے لئے جائز نہیں کہ سچی توبہ کئے بغیر انابت کا دعویٰ کرے اور سچی انابت کے بغیر زہد کا اور زہد کے بغیر توکل کا دعوےٰ کرے ۔

حال ۔ وہ کیفیت ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے دل پر طاری ہوتی ہے جب وہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو اپنی کوشش سے ہٹائی نہیں جاتی ۔ اور جب ہٹ جائے تو کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

۲ . قصاریہ قصاری لوگ حضرت ابو صالح بن حمدون بن عمارہ قصار رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے ہیں۔ آپ بہت بڑے عالم اور طریقت کے سرداروں میں سے تھے آپ کا طریقہ ملامت کا تھا۔ آپ ان تمام اسباب کے قائل تھے جن سے ملامت کا نشر ہو یا اظہار ہو۔ آپ کا کلام معاملات طریقت بیان کرنے میں بہت بلند ہے ۔ آپ کا قول ہے خلوت میں خداوند کے ساتھ تیرا معاملہ اس سے بہتر ہونا چاہئے ۔ جو ظاہر میں تیرا خلقت کے ساتھ ہے ۔ تیرے دل کا مخلوق میں مشغول ہونا حق تعالیٰ سے حجاب اعظم ہے ۔

۳ ۔ طیفوریہ :۔ یہ گروہ حضرت بایزید طیفور بن عیسیٰ بن سروشان بسطامی رحمۃ اللہ

Marfat.com

علیہ سے محبت رکھتا ہے۔ آپ طریقت میں بزرگ صوفیوں سے تھے۔ آپ کا طریقہ غلبہ شوق اور جذب و مستی تھا۔ شوقِ الٰہی کا جذبہ اور محبت میں مدہوشی ان کی اکتسابی چیز نہیں ہوتی۔

حدیث پاک میں وارد ہے:۔ اِبْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکُوْا گریہ و زاری کرو اگر تم خود بخود گریہ زاری نہیں کر سکتے تو تکلیف سے رونی صورت بنا لو۔

سکر و صحو کی حقیقت

سکر۔ غلبہ۔ مدہوشی اور مستی کو کہتے ہیں جس سے مراد اربابِ معانی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہے۔

صحو۔ ہوشیاری سے مراد مقصود کا حاصل کرنا ہے۔

بعض لوگ سکر کو افضل قرار دیتے ہیں اور بعض صحو کو فضیلت دیتے ہیں۔

صحو آدمیت کی صفت کے معتدل اور مستحکم ہونے کی صورت میں متصور ہو سکتا ہے اور وہ حق تعالیٰ سے حجاب اعظم ہے۔

سکر۔ آفت کے زوال اور صفاتِ بشریہ کے کم ہونے پر متصور ہو سکتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام حالتِ صحو میں تھے جو کہ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ سے مبرہن ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ سکر میں تھے جو کہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی سے مبرہن ہے۔

سکر بچوں کے کھیل کا میدان ہے اور صحو مردوں کے فنا کا مقام ہے۔

۴۔ جنیدیہ۔ فرقہ جنیدیہ کے پیرو حضرت ابو القاسم جنید بن محمد سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کو طاؤس العلماء کہتے ہیں۔ آپ کا طریقہ طیفوریوں کے برعکس صحو پر مبنی ہے۔ صوفیاء کے تمام مذاہب میں زیادہ مشہور و معروف آپ ہی کا مذہب ہے اور تمام مشائخ جنیدی کے مذہب کے ہی ہوتے ہیں۔

۵۔ نوریہ۔ فرقہ نوریہ کے لوگ حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سے محبت

Marfat.com

اور عقیدت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ صفوت کو فقر پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ کا عمل حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہے۔ آپ رفیق کے حق کو اپنے حق پر ترجیح دیتے تھے اور صحبت بے ایثار کو حرام سمجھتے تھے۔

ایثار کی حقیقت ۔ قرآن پاک میں وارد ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

وہ فقراء صحابہ کرام اپنے نفسوں پر دوسرے لوگوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

ایثار کی حقیقت یہ ہے کہ صحبت ورفاقت میں اپنے ساتھی اور دوست کے حق کا خیال رکھے۔ اور اپنا حصہ اسے دے دے اور دوست کے آرام کے لئے خود تکلیف اٹھائے کیونکہ ایثار کے بارے میں ہے۔

لِاَنَّ الْاِیْثَارَ الْقِیَامُ بِمُعَاوَنَۃِ الْاَغْیَارِ مَعَ الْاِشْتِغَالِ بِمَا اَمَرَہُ الْجَبَّارُ لِرَسُوْلِہِ الْمُخْتَارِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ایثار دوسروں کی مدد کرنا اور ساتھ ہی اس امر میں مشغول ہونا ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کیونکہ۔

قرآن پاک میں وارد ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ

درگزر اختیار فرمائیے اور نیکی کا حکم کیجئے۔ اور جاہلوں سے اعراض فرمائیے۔

۲۔ **سہیلیہ** ۔ فرقہ سہیلیہ کے بزرگ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے محبت رکھتے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے بادشاہ اور طریقت میں اہل حل وعقد میں سے تھے۔ تصوف میں آپ کا طریق سخت محنت اور نفس کا جہاد اور ریاضت ہے۔ آپ اپنے مریدوں کو مجاہدہ کے ذریعہ کمال کے درجہ پر پہنچا دیتے تھے۔

Marfat.com

نفس کی حقیقت

نفس لغت کی رو سے کسی چیز کا وجود اور اس کی حقیقت اور ذات ہے۔ لیکن لوگ نفس کی تعبیریں مختلف کرتے ہیں۔

۱۔ کوئی اسے روح کہتا ہے۔
۲۔ کوئی مروت اور جوانمردی کہتا ہے۔
۳۔ کوئی اسے جسم کہتا ہے۔
۴۔ کوئی اسے خون کہتا ہے۔

مگر صوفیاء کے نزدیک ان میں سے کوئی ایک بھی درست نہیں ہے بلکہ وہ نفس کو شر کا منبع اور برائی کا رہنما کہتے ہیں۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ نفس ایک علیٰحدہ چیز ہے جو جسم میں ویسے ہی ودلیت کی گئی ہے جیسے روح۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ نفس بھی زندگی کی طرح جسم کی ایک صفت ہے۔ مگر سب اس پر متفق ہیں کہ کمینے اخلاق اور برے افعال کا اظہار اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

نفس اور روح دونوں جسم میں اعیانِ لطیفہ ہیں۔ اعیانِ لطیفہ جو کہ غیر محسوسہ ہوتے ہیں سے مراد چھ لطائف ہیں۔ ۱۔ نفس۔ ۲۔ قلب۔ ۳۔ روح۔ ۴۔ سر ۵۔ خفی ۶۔ اخفی۔ اعیانِ لطیفہ کا تعلق عالمِ امر سے ہے اور دوسرا عالم عالمِ خلق ہے۔ جو کہ محسوسات کا عالم ہے اور مادی دنیا کہلاتا ہے۔

روح محلِ خیر ہے اور نفس محلِ شر ہے۔

قرآن پاک میں وارد ہے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ

میں اپنے نفس کو گناہ سے بری نہیں سمجھتا کیونکہ نفس بلاشبہ برائی کا حکم دینے والا ہے۔ مگر میرا پالنے والا یعنی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

Marfat.com

حدیث پاک میں ہے۔

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا بَصَّرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کرنا چاہتے ہیں تو اس کو اسکے نفس کے عیب دکھا دیتے ہیں۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔

نفس کے بارہ میں اقوالِ مشائخ

۱۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ۔

اَشَدُّ الْحِجَابِ رُؤْیَۃُ النَّفْسِ وَتَدْبِیْرُھَا۔

نفس اور اس کی تدبیر کو مدِنظر رکھنا سخت ترین حجاب ہے۔

۲۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔

اَلنَّفْسُ صِفَتٌ لَا تَسْکُنُ اِلَّا بِالْبَاطِلِ۔

نفس ایک ایسی صفت ہے جو صرف باطل ہی سے تسکین پاتی ہے۔

۳۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ۔

اَسَاسُ الْکُفْرِ قِیَامُکَ عَلٰی مُرَادِ نَفْسِکَ۔

تیرا اپنے نفس کی مراد پر قائم ہونا ہی کفر کی بنیاد ہے۔

۴۔ حضرت ابوسلمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اَلنَّفْسُ خَائِنَۃٌ مَانِعَۃٌ وَاَفْضَلُ الْاَعْمَالِ خِلَافُھَا

نفس امانت میں خیانت کرنے والا اور حق کی رضا جوئی سے منع کرنے والا ہے اور سب سے افضل عمل اس کی مخالفت ہے۔

۳۔ مجاہدہ نفس

قرآن پاک میں وارد ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔

Marfat.com

(وہ لوگ جنہوں نے ہمارے دین میں کوشش کی ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں)

حدیث پاک میں وارد ہے: اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِی اللّٰہِ

(مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کے لئے اپنے نفس سے جہاد کیا)

آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ۔ قِیْلَ مَا الْجِهَادُ الْاَکْبَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلَا وَهِیَ مُجَاهَدَةُ النَّفْسِ (ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا سنو۔ وہ مجاہدہ نفس ہے)

آپ نے مجاہدہ نفس کو جہاد پر ترجیح دی ہے۔

۴۔ ہوےٰ کی حقیقت۔

ہویٰ (خواہشات نفسانی) صوفیہ کے ایک گروہ کے نزدیک نفس کے اوصاف میں سے ایک صفت ہے۔ ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نفس طبیعت کے ارادے ہی کا نام ہے عقل روح کی مدبر ہے تو طبیعت نفس کی مدّبر ہے۔

جس روح کو اپنے جسم میں عقل سے قوت نہیں ملتی وہ ناقص ہے۔ اسی طرح جس نفس کو ہویٰ سے قوت نہیں ملتی وہ بھی ناقص ہے۔

روح کا نقصان قرب حق کا نقصان ہے۔ نفس کا ناقص ہونا عین قرب حق کا سبب ہے۔ جو شخص عقل کی دعوت کا اتباع کرتا ہے وہ ایمان پر پہنچ جاتا ہے۔ جو ہوی کا تابع ہوتا ہے وہ گمراہی اور انکار حق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ہویٰ حجاب حق اور موجب گمراہی ہے اس لئے بندہ اس کی مخالفت پر مامور ہے ہویٰ کے اتباع سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ۔

لِاَنَّ مَنْ رَکِبَهَا هَلَکَ وَمَنْ خَالَفَهَا مَلَکَ

(جو شخص ہوائے نفس پر سوار ہوا وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جس نے اس کی مخالفت کی وہ فرشتہ بن گیا۔

Marfat.com

قرآن پاک میں وارد ہے:۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ۔ (جو شخص اپنے رب کے حضور میں مجرمانہ حیثیت سے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا بلاشبہ اس کا ٹھکانہ جنت ہے)

حدیث پاک میں وارد ہے۔

اَخْوَفَ مَا اَخَافَ عَلٰى اُمَّتِىْ اِتِّبَاعُ الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ

سب سے زیادہ خوف ناک چیز جس سے میں اپنی اُمّت کے متعلق ڈرتا ہوں وہ خواہشِ نفس کی پیروی اور لمبی آرزو ہے۔

۷۔ حکیمیہ اس گروہ کے لوگ ابی عبداللہ محمد بن الحکیم ترمذی رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ علومِ ظاہری اور باطنی میں اپنے وقت کے اماموں میں سے تھے آپ کے کلام اور طریق کی بنیاد ولایت پر ہے ولایت کے متعلق آپ فرماتے ہیں ولایت ایک ناپیداکنار سمندر ہے جس میں بیشمار عجائبات ہیں۔ آپ کا مذہب ہے کہ خداوند تعالیٰ کے بہت سے اولیاء ہیں جن کو اس نے اپنی مخلوق میں چن لیا ہے۔

۱۔ ولایت کا ثابت کرنا۔

تصوف اور معرفت کی بنیاد اصولِ ولایت پر ہے۔ اگرچہ تمام مشائخ ولایت کے اثبات میں متفق ہیں۔ لیکن ہر ایک نے ولایت کا مفہوم مختلف عبارتوں میں بیان کیا ہے ولایت بالفتح تصرف کرنے کے معنوں میں آتا ہے اور بالکسر امارت کے معنوں میں آتا ہے۔ اسی طرح دلالت بالفتح بتانا اور بالکسر ناز کرنا کے معنوں میں آتا ہے۔

ولایت بمعنی ربوبیت قرآن پاک میں وارد ہے هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (قیامت میں ربوبیت اللہ برحق کے لئے ہے۔)

وَلِیٌّ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعول آتا ہے۔ اس قاعدے کی رو سے ولی وہ ہے جس کے ساتھ محبت کی گئی ہو۔ قرآن پاک میں وارد ہے۔ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝

وہ یعنی اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا ناصر اور مددگار ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ اللہ تعالیٰ کی مدد بے شک قریب ہے۔

اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

وَاِنَّ الْکَافِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ ۔ بلاشبہ کافروں کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے

اسی مقبول اور متبرک گروہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِی طِمْرَیْنِ لَا یُعْبَاُ بِہٖ ، ایک دوسری روایت میں ذِی طِمْرَیْنِ لَا یُعْبَاُ بِہٖ کے بجائے مَدْفُوْعُ الْاَبْوَابِ) لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ (کئی پریشان بالوں والے۔ غبار آلودہ پھٹی ہوئی چادر والے (دروازوں سے ہٹائے ہوئے) جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرماتا ہے)

۲۔ لفظ ولی کی مزید تشریح

قرآن پاک میں وارد ہے۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

(خبردار۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء (دوستوں) پر کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے)

حدیث پاک میں وارد ہے۔

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَعِبَادًا یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ۔ قِیْلَ مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ صِفْھُمْ لَنَا لَعَلَّنَا نُحِبُّھُمْ۔ قَالَ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ مِنْ غَیْرِ اَمْوَالٍ وَلَا اِکْتِسَابٍ وُجُوْھُھُمْ نُوْرٌ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ۔ ثُمَّ تَلَا اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

تحقیق اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے بندے ہیں نبی اور شہید

Marfat.com

ان پر رشک کرتے ہیں۔ آپؐ سے پوچھا گیا اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں ہمارے لئے بیان فرمائیں۔ تاکہ ہم انہیں محبت کریں آپؐ نے فرمایا۔ وہ لوگ ہیں جو بغیر مال اور کسب کے بغیر اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق آپس میں محبت کرتے ہیں۔ ان کے چہرے منور ہوں گے اور خود نور کے منبروں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ جب لوگ خوف زدہ ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ لوگ غمزدہ ہوں گے۔ جب دوسرے لوگ محزون ہوں گے پھر آپؐ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی (بیشک اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ غم کھائیں گے۔)

جس طرح انبیاء سے بعض نبی خاص ہوتے ہیں اسی طرح اولیاء میں سے بعض ولی خاص درجہ رکھتے ہیں خداوند تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برہان کو باقی رکھا ہے اولیاء کو اس کے اظہار کا سبب بنایا ہے تاکہ ہمیشہ حق کے نشانات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی دلیل قائم رہے اور ایسے خاص اولیاء کو عالم کا متصرف کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ تنہا اللہ تعالیٰ کی بات کے لئے وقف ہو گئے ہیں اور نفس کی متابعت کا راستہ ان پر بند ہو گیا ہے تاکہ بارش ان کے قدموں کی برکت سے نازل ہو اور ان کے احوال کی صفائی کی وجہ سے زمین میں نباتات اُگے اور مسلمان ان کی دعا اور توجہ سے کفار پر نصرت حاصل کریں۔ یہ تعداد میں چار ہزار ہیں جو پوشیدہ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے۔ جو لوگ عالم میں اہل تصرف اور درگاہِ حق کے سر لشکر ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اخیار ۔ تعداد میں تین سو ہیں
۲۔ ابدال ۔ تعداد میں چالیس ہیں
۳۔ ابرار ۔ تعداد میں سات ہیں
۴۔ اوتاد ۔ تعداد میں چار ہیں
۵۔ نقیب ۔ تعداد میں تین ہیں

۴ ۔ غوث یا قطب ۔ تعداد میں ایک ہے۔

یہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ کاموں میں ایک دوسرے کے اذن کے محتاج ہوتے ہیں اور تمام اہلِ سنت اس بات کی صحت سے متفق ہیں۔

جس طرح مومن اپنے ایمان کا پہچاننے والا ہوتا ہے۔ لیکن عاقبت سے بے خوف نہیں ہوتا ہے اسی طرح ولی بھی عاقبت سے امن میں نہیں ہوتا۔

جو اولیا ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے ان میں سے ہر ایک ولی ہوتا ہے۔

فقہاء اور متکلمین میں سے بعض پہلے گروہ (چار ہزار) کے موافق ہیں۔ اور بعض دوسرے گروہ (اخیار۔ ابدال۔ اوتاد۔ نقیب۔ غوث یا قطب) کے موافق ہیں۔

ولایت کا ایمان خاص ہوتا ہے اور ولایت کا محل بھی خاص ہوتا ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کے حکم میں عام کے ساتھ عام تھے اور کرامت اور معجزہ کے حکم میں خاص کے ساتھ خاص تھے۔ پس ولایت و کرامت کے ساتھ بعض بندوں کی تخصیص کی نفی کرنا کھلا کفر ہے۔

۳۔ ولایت کی تحقیق میں مشائخ کے رموز

۱۔ ابو علی جرجانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلْوَلِیُّ هُوَ الْفَانِیْ فِیْ حَالِهٖ ۔ وَالْبَاقِیْ فِیْ مُشَاهَدَةِ الْحَقِّ ۔ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ عَنْ نَفْسِهٖ اَخْبَارٌ وَّلَا مَعَ غَیْرِ اللّٰهِ قَرَارٌ ۔

ولی وہ ہے جو اپنے حال میں فانی اور مشاہدہ حق میں باقی ہو۔ اس کے لئے اپنی جان کے متعلق کوئی خبر نہیں ہوتی اور نہ ہی غیر اللہ کے ساتھ اسے کوئی قرار ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلْوَلِیُّ اَنْ لَّا یَكُوْنَ لَهٗ خَوْفٌ ۔ ولی وہ ہوتا ہے جسے کوئی خوف نہیں ہوتا۔

اَلْوَلِیُّ ابْنُ وَقْتِهٖ ولی ابن الوقت ہوتا ہے یعنی اپنے وقت کا پابند ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت ابو عثمان مغربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

اَلْوَلِیُّ قَدْ یَکُوْنُ مَشْهُوْرًا وَلَا یَکُوْنُ مَفْتُوْنًا۔

ولی لوگوں میں مشہور ہوتا ہے لیکن مفتون (فتنہ میں ڈالا ہوا) نہیں ہوتا۔

۴۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں۔

اَلْوَلِیُّ هُوَ الصَّابِرُ تَحْتَ الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ۔ ولی اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی پر صابر ہوتا ہے۔

ولی ہو جانے پر بھی عمل کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کے خلاف ہیں وہ صریحاً گمراہ ہیں۔

۴۔ کرامت کا ثابت کرنا

سچے ولی سے کرامت کا ظہور جائز ہے اس امر پر تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اور یہ بات عقلاً محال نہیں ہے۔ کرامت وہ خلافِ عادت قول یا فعل ہے جو کسی نیک آدمی سے تکلیف شرعی کی موجودگی میں سرزد ہوتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا ایک گروہ کہتا ہے کہ کرامت درست ہے لیکن حدِ معجزہ تک نہیں۔ مثلاً دعا کا قبول ہونا اور اس سے مراد کا حاصل ہونا اور اسی قسم کے دوسرے افعال کا ظہور جو عادت کے خلاف ہو۔

۵۔ معجزہ اور کرامت میں فرق

فَالْمُعْجِزَاتُ تَخْتَصُّ لِلْاَنْبِیَاءِ وَالْکَرَامَاتُ تَکُوْنُ لِلْاَوْلِیَاءِ

پس معجزات انبیاء کے لئے مختص ہیں اور کرامات اولیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔

معجزہ — معجزہ کی شرط ظاہر کرنا ہے۔

کرامت — کرامت کی شرط چھپانا ہے۔

معجزہ — معجزہ کا فائدہ غیر کو پہنچتا ہے۔

کرامت — کرامت صرف صاحبِ کرامت کے لئے ہوتی ہے۔

Marfat.com

معجزہ ۔ نبی قطعی طور پر جانتا ہے کہ یہ معجزہ ہے۔
کرامت ۔ ولی قطعی طور پر نہیں جانتا کہ یہ کرامت ہے۔
ولی کی کرامت کسی طرح بھی نبی کی شریعت کے خلاف نہیں ہوتی اس لئے ولی کو شریعت کے معاملہ میں نبی کے احکام کو تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں ہوتا۔

۶۔ مدعی الوہیت کے ہاتھ پر خرق عادت کا اظہار

تمام مشائخ اہلِ طریقت اور اہلِ سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معجزہ اور کرامت کی طرح خلافِ عادت فعل کا ظہور کسی کافر کے ہاتھ پر بھی ہو سکتا ہے۔
مثلاً:۔

۱۔ فرعون کو چار سو سالہ عمر میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور پانی اس کے کہنے پر اوپر چڑھتا اور رک جاتا۔ باوجود ان تمام باتوں کے عقلمند لوگ اس کے دعویٰ خدائی کے منکر تھے۔

۲۔ آخر زمانہ میں دجّال ظاہر ہوگا وہ خدائی دعویٰ کرے گا۔ دو پہاڑ اس کے دائیں اور بائیں چلتے ہوں گے۔

استدراج ۔ وہ خلافِ عادت امور جو کسی کافر اور بے دین کے ہاتھ پر ظاہر ہوں۔
کرامت ۔ وہ خلاف عادت امور جو کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوں۔
معجزہ ۔ وہ خلاف عادت امور جو کسی پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوں۔

یہ بھی جائز ہے کہ رسالت کے جھوٹے مدعی کے ہاتھ پر کوئی فعل خارقِ عادت ظاہر ہو جو اس کے جھوٹ کی دلیل ہو۔ جیسا کہ سچے نبی کے ہاتھ پر خلافِ عادت فعل کا ظہور اس کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے۔

اولیاء معصوم نہیں ہوتے عصمت نبوت کی شرط ہے۔
ولایت کی شرط بندگی پر ہمیشہ قائم رہنا ہے اور جب گناہ کبیرا اس سے سرزد ہوتا ہے تو ولایت سے معزول ہو جاتا ہے۔
کرامت کا ظہور ولی سے سوائے حالتِ سکر کے اور کسی حال میں نہیں ہوتا اور

Marfat.com

جو حالتِ صحو میں ہو وہ معجزہ انبیاء ہوتا ہے۔

نبی صاحب شریعت ہوتا ہے اور ولی صاحب سر۔

بشریت کی صفت کی صحت یا غافل کاہل کو حاصل ہوتی ہے یا بھولنے والے کو یا بالکل اللہ والے کو۔ پس انبیاء نہ غافل ہوتے ہیں نہ غلطی کرنے والے اور سوائے انبیاء علیہم السلام کے صحیح معنوں میں اللہ والا اور کوئی نہیں ہوتا۔

اولیاء جب تک بشریت کے حال کو قائم رکھتے ہوئے باہوش ہوتے ہیں حق تعالےٰ سے حجاب میں ہوتے ہیں اور جب مشاہدہ کرنے والے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے امکان کی حقیقت میں بے ہوش اور متحیر ہو جاتے ہیں کرامت کا ظہور سوائے حالت کشف کے اور کسی حالت میں درست نہیں ہوتا کیونکہ وہ قرب کا درجہ ہوتا ہے۔ پتھر اور اور سونا اس وقت ان کے ہاں یکساں ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے دنیا سے کنارہ کش ہوتے ہوئے عقبیٰ کا مکاشفہ کرتے وقت فرمایا۔

اَعْرَضَتْ نَفْسِیْ عَنِ الدُّنْیَا فَاسْتَوٰی عِنْدِیْ حَجَرُھَا وَذَھَبُھَا وَمَدَرُھَا

میرے نفس نے دنیا سے اعراض کر لیا ہے۔ میرے نزدیک پتھر سونا اور ڈھیلے برابر ہیں۔

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ذَھَبٌ اَیْنَمَا ذَھَبْنَا وَدُرٌّ حَیْثُ دُرْنَا وَفِضَّۃٌ فِی الْفَضَاءِ

جہاں ہم چلے گئے سونا ہے اور جہاں ہم گھومے وہاں موتی ہیں اور فضا میں چاندی ہے

اصحاب طریقہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ کرامت حالت صحو و تمکین میں ظاہر ہوتی ہے نہ کہ سُکر میں کیونکہ اولیاء اللہ مدبر عالم ہیں۔

اوتاد ہر رات عالم کے گرد گھومتے ہیں جہاں ان کی نظر نہیں پڑتی وہاں دوسرے دن خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ قطب کی توجہ سے خلل عالم دور ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صاحب صحو تھے اسی لئے دنیا کی خرابی دیکھ کر بیوی بچوں کے زاد سے بے نیاز ہو کر سب کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔

Marfat.com

قطب مدار علیہ وہ ہے جس کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہو۔

۷۔ کرامت اولیاء اللہ

کتاب اور سنت اہلِ ولایت کے ہاتھ پر کرامات اور افعال خلافِ عادت کے ظہور کے صحیح ہونے پر ناطق ہیں۔ ان کا انکار کرنا نصوص کا انکار کرنا ہے۔

قرآن پاک میں وارد ہے۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى

ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے تم پر من اور سلویٰ اتارا (معجزہ)

قرآن پاک میں حضرت آصف بن برخیا کے متعلق وارد ہے۔

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۔

میں اس (تخت ملکہ سبا) کو آپ کی خدمت میں پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں (کرامت) کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر اور نبی تھے اور آصف بن برخیا نبی نہ تھے۔

حضرت ذکریا علیہ السلام تشریف لے جاتے تو حضرت مریم علیہا السلام کے پاس گرمی کے موسم میں سردی کے پھل موجود ہوتے۔ حضرت ذکریا علیہ السلام کے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے آئے ہیں۔

اصحابِ کہف کے کتے کا تین سو سال تک غار میں سوئے رہنا اور اصحابِ کہف کے ساتھ ہمکلام ہونا معجزات میں سے نہیں ہیں بلکہ کرامات ہیں۔

کتاب میں اور بہت سے اصحاب سے کرامات کے ظہور کا ذکر موجود ہے۔ بوجہ طوالت ترک کر دیا ہے۔

۸۔ اولیاء پر انبیاء کی فضیلت

اولیاء اللہ انبیا کے تابع اور ان کی دعوت کے مصدق ہوتے ہیں۔

ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس لئے تمام انبیاء اولیاء ہوتے ہیں لیکن اولیاء میں سے کوئی ولی نبی نہیں ہوتا۔

انبیاء صفاتِ بشریت کی نفی میں طاقت ور ہوتے ہیں اور اولیاء پر طاری شدہ

Marfat.com

حال عارضیۃً ہوتا ہے۔ انبیاءؑ کا مقام مختص ہے۔ اولیاءؒ کا مرتبہ عارضیۃً ہوتا ہے۔

اہل تجسیم (جو لوگ خداوند تعالیٰ کے جسم کے قائل ہیں) اصول توحید میں متناقض کلام کرتے ہیں اور وہ شیطان کے ولی (دوست) ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے۔

جو لوگ حلول (کسی شے میں اترنا اور سرایت کرنا) نزول (کسی شے کا اوپر سے نیچے اترنا)، انتقال (ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا) اور تجزیہ (کسی چیز کا حصہ بخرہ کرنا) کا قائل ہو وہ بے دین اور گمراہ ہے۔

جو شخص انبیاءؑ کی تخصیص کی نفی کا اعتقاد رکھتا ہے وہ کافر ہے۔

تمام اولیاءؒ کے اقوال و احوال کسی ایک سچے نبی کے مقابل ہیچ ہوتے ہیں کیونکہ اولیاء منزل مقصود کے طالب ہوتے ہیں اور انبیاء منزل مقصود پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور مقصود حاصل کئے ہوتے ہیں۔

۹۔ ملائکہ پر انبیاء و اولیاء کی فضیلت

اہل سنت والجماعت اور جمہور مشائخ اہل طریقت کے اتفاق سے انبیاءِ عظام اور اولیاءِ کرام (جو گناہ سے محفوظ ہیں) وہ فرشتوں سے افضل ہیں۔

معتزلہ ملائکہ کو انبیاءؑ سے افضل سمجھتے ہیں۔ ورنہ رتبہ میں ملبندی پیدائش میں لطافت اور حق تعالیٰ کی فرمانبرداری تو شیطان میں بھی تھی لیکن وہ ملعون اور مخذول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نبیؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جو کہ نبی کی فضیلت کی دلیل ہے۔ مسجود ساجد سے افضل ہوتا ہے۔

آدمی کی سرشت میں شہوت مرکب ہے اور معاصی کے ارتکاب کا اس سے احتمال ہے۔ دنیا کی زیب و زینت پر فریفتہ ہوتا ہے ان تمام کے باوجود اگر انسان فسق و فجور سے پرہیز کرے وہ یقیناً فرشتہ سے افضل ہوتا ہے جس کی صفت میں نہ شہوت کی معرکہ آرائی اور نہ دنیا کی لذت میں انہماک کا شائبہ۔ تمام علماءؒ اور صوفیہ کے اتفاق سے مومنوں میں خواص خاص فرشتوں سے افضل ہیں اور عام مومن عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

Marfat.com

انسانوں میں گناہ سے محفوظ (اولیاء) اور معصوم (انبیاء) جبرائیل اور میکائیل ملائک سے افضل ہیں اور عام مومن محافظ اور کراماً کاتبین سے افضل ہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۰۔ خرّازیہ فرقہ خرازیہ کے لوگ حضرت ابراہیم خراز رحمتہ اللہ علیہ سے محبت رکھتے ہیں طریقت میں فنا اور بقا کی اصطلاحات کو حقیقتہً آپ ہی نے وضع کیا ہے۔

۱۔ **فنا اور بقا کی حقیقت**۔ فنا اور بقا کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں بہت زیادہ فرق ہے لغت کے اعتبار سے بقا کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ بقاء جو طرفِ اوّل میں بھی فنا ہو اور آخر میں بھی فنا ہو جیسا کہ عالم ناسوت ابتدا میں بھی نہ تھا اور آخر میں بھی نہ ہوگا۔

۲۔ وہ بقا جو پہلے کبھی نہ تھی اور بعد میں موجود ہوگئی اور کبھی فانی نہ ہوگی جیسے بہشت دوزخ اور عالمِ عقبیٰ۔

۳۔ وہ بقاء جو ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ وہ ذاتِ حق اس کی صفاتِ ازلی ابدی کی بقاء ہے وہ اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے۔

فنا۔ فنا کا علم یہ ہے کہ تم جان لو کہ دنیا فانی ہے۔

اور بقا کا علم یہ ہے کہ عالمِ عقبیٰ باقی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ عالمِ آخرت بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے (البقی صیغہ مبالغہ ہے کہ اس عالمِ آخرت کی عمر کی بقا کے لئے فنا نہیں ہے)

اہلِ طریقت کی اصطلاح میں فناء بقا یہ ہے کہ جب جہالت فانی ہو جائے تو علم ضرور باقی رہتا ہے۔ جب معصیت فانی ہو جائے تو طاعت باقی رہتی ہے۔

جب بندہ اپنی بندگی کا علم حاصل کر لیتا ہے تو ذکرِ حق کے باقی رہنے سے اس کی غفلت فنا ہو جاتی ہے۔

جب بندہ اپنے اوصاف سے فانی ہو جاتا ہے تو کامل بقا کو حاصل کر لیتا ہے اور جب اپنے اوصاف کے موجود ہونے کی حالت میں اوصاف کی خرابی سے فانی ہو

جاتا ہے تو مراد کی بقا کے ساتھ مراد کی فنا میں باقی ہو جاتا ہے۔

فَنَاءُ فَنَائِیْ بِفَقْدِ ھَوَائِیْ فَصَارَ ھَوَائِیْ فِی الْاُمُوْرِ ھَوَاکَ

میری فنا کا فانی ہونا خواہشات کا مفقود ہونا ہے۔ میری خواہشات امور دنیا میں تیری خواہشات ہو گئی ہیں۔

۲۔ فناء و بقا کے متعلق رموزِ مشائخ

۱۔ ابو سعید خراز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فنا سے مراد بندہ کا اپنی بندگی کو دیکھنے سے فانی ہو جانا ہے اور بقا سے مراد بندہ کا مشاہدہ الٰہی کے ساتھ باقی رہنا ہے۔

۲۔ ابو یعقوب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بندگی کا صحیح ہونا فنا و بقا میں مضمر ہے۔

۳۔ حضرت ابراہیم بن شیبانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فنا و بقا کے جاننے کا دار و مدار خالص وحدانیت اور صحیح عبودیت پر ہے۔

۱۱ خفیفیہ

اس فرقہ کے لوگ حضرت ابی عبداللہ بن خفیف شیرازی رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت رکھتے ہیں آپ شہوتِ نفسانیہ سے منہ موڑے ہوئے تھے۔ تصوف میں آپ کے مذہب کا اصل اصول غیبت اور حضور ہے۔

غیبت و حضور۔ ایسے الفاظ ہیں کہ کسی معنی مقصود پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ جس طرح آنکھ میں اصل چیز کا عکس پڑتا ہے۔ پھر وہ عکس اصل سے متصادم معلوم ہوتا ہے۔ حضور سے مراد یقینی طور پر دل کا اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ تاکہ غیبی حکم اس کے لئے عینی حکم کی طرح ہو جائے۔

غیبت سے مراد ماسویٰ اللہ سے دل کا اس حد تک غائب ہو جانا ہے کہ وہ اپنے آپ سے بھی غائب ہو جائے بلکہ اپنے غائب ہونے سے بھی غائب ہو جائے۔ تاکہ وہ اپنی اس غیبت میں آپ اپنا نظارہ کر سکے۔

اس کی علامت یہ ہے کہ رواجی امور سے اعراض کیا جائے جیسا کہ نبی حرام امور

Marfat.com

سے معصوم ہوتا ہے۔ پس اپنے آپ سے غائب ہونا اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور خدا کے حضور حاضر رہنا اپنے آپ سے غائب ہونا ہے۔

دل کا مالک جب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہ ہو تو غیبت وحضور میں اسی کے تصرف میں ہوتا ہے۔

افضلیت۔ ایک گروہ غیبت کو افضل مانتا ہے تو دوسرا گروہ حضور کو افضل خیال کرتا ہے جیسا کہ سکر اور صحو میں مختلف لوگوں کے خیال مختلف ہیں۔

سُکر اور صحو اوصاف کی بقا کا پتہ دیتے ہیں۔ لیکن غیبت وحضور اوصاف کی فنا کا۔ غائب وہ نہیں ہے جو اپنے شہر، وطن سے غائب ہو جائے بلکہ غائب تو وہ ہے جو اپنی مراد سے غائب ہو۔

حاضر وہ نہیں ہے جس کی کوئی مراد نہ ہو۔ بلکہ حاضر تو وہ ہے جس کا دل ہی نہ ہو۔ کہ اس میں کوئی مقصود قرار پذیر ہو سکے تاکہ دل نہ ہو اور نہ اس میں دنیا و آخرت کا ذکر پیدا ہو اور نہ خواہش نفس سے اس کو آرام ہو۔

۱۲۔ سیّاریہ

اس گروہ کے لوگ حضرت ابو عباس سیّاری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت اور محبت رکھتے ہیں۔ آپ کے مذہب کے سوا اور کوئی مذہب تصوف میں اپنے حال پر نہیں رہا۔ آپ کے خطوط کے مطالعہ سے جمع اور تفریق کی عبارتیں مفہوم ہوتی ہیں۔

جمع و تفرقہ کی حقیقت۔

اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو اپنی دعوت میں جمع کر دیا ہے۔ لیکن ہدایت کے بارے میں تفریق کر دی ہے۔

تفریق۔ جسے وہ چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے اور دوسرے گروہ کو اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے گویا کہ سب کو پہلے حکم میں جمع کر دیا۔ پھر ان میں تفریق کر دی۔ نہی میں بھی سب کو معاصی سے دور رہنے کی تاکید فرمائی۔ پھر ان میں بھی تفریق کر دی کہ ایک گروہ کو بالکل عصمت عطا فرمائی اور دوسرے کو گناہ کی طرف راغب کر دیا

Marfat.com

جس سے مراد وہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے اوصاف کو جمع کیا ہے۔ اور تفرقہ سے مراد وہ ہے کہ اس نے اپنے افعال میں تفریق کی ہے۔

معتزلہ کے سوا اہلِ سنت والجماعت کے تمام مشائخ طریقت نے جمع و تفریق سے اتفاق کیا ہے۔ البتہ ان عبارات کے استعمال میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ جمع کو توحید پر استعمال کرتا ہے۔ دوسرے گروہ نے جمع و تفریق کے الفاظ کا علم پر اطلاق کیا ہے ان کا خیال ہے کہ جمع علم توحید الٰہی ہے اور تفرقہ علم احکام الٰہی۔ علم اصول جمع ہے علم فروع تفریق۔

اہلِ تصوف کے نزدیک تفرقہ سے مراد مکاسب و اعمال ہیں۔ اور جمع سے مراد مجاہدہ اور مشاہدہ ہے۔

وحدت الوجود۔ صوفیہ کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ عالم میں فقط ایک ہی وجود ہے اور وہ ذاتِ حق ہے اور باقی ممکنات و موجودات اسی ذاتِ حق سے علی سبیل اجمال اسی طرح پوشیدہ ہیں جس طرح درخت ٹہنیاں پتے وغیرہ اجمالی طور پر ایک دانہ میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے وحدت الوجود یعنی ہمہ اوست کی تلقین شروع کر دی۔ یہ نظریہ شیخ اکبر محی الدین عربی کا ہے۔

وحدت الشہود۔ ایک دوسرا گروہ اس بات کا معتقد ہے کہ ممکنات موجود تو ہیں لیکن ان کا وجود عارضی اور ظلی ہے۔ اصل وجود صرف ذاتِ حق کا ہے جس سے ان ممکنات کے وجود کا اس طرح ظہور ہوتا ہے جس طرح شعلہ جوالہ کو گھماتے وقت ایک موہوم دائرہ نظر آتا ہے یا آئینہ دیکھتے وقت اپنا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔ ان لوگوں نے وحدت الشہود کو رائج کیا ہے۔ اس نظریہ کے قائل شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہیں۔ یہ ہمہ از اوست (ہمہ زدست) کی تلقین کرتے ہیں اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو دونوں گروہوں کا نزاع لفظی ہے نہ کہ معنوی۔ اس لئے ہمہ اوست اور ہمہ زدست کا مآل ایک ہی ہے۔

جمع۔ مشاہدہ و قرب حق سے مخصوص ہونا ہے اور تفرقہ اللہ کی بندگی کرنا ہے کی

ہر ایک ان میں سے دوسرے سے متصل ہے۔ جُدا نہیں ہے۔

۱۳۔ فرقہ حلولیہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا چیز ہے۔

حلولیہ گروہ کا تعلق ابوحلمان دمشقی سے ہے۔ دوسرے گروہ کا تعلق فارس سے ہے۔ دوسرا گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ حسین بن منصور کا مذہب رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ مذہب نہیں تھا۔ شیخ ہجویری فرماتے ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ ابوحلمان اور فارس کون ہوئے ہیں اور انہوں نے کیا کہا ہے لیکن جو شخص ان اقوال کا قائل ہو جو توحید الٰہی اور تحقیق کے خلاف ہیں اس کو دین میں کچھ حصہ حاصل نہیں۔ جب دین جو اصل ہے مضبوط نہ ہو تو تصوف جو فرع ہے اس میں خلل ہو گا۔

۱۔ رُوح کی تحقیق

روح کی حقیقت اور اصلی کیفیت معلوم کرنے کے لئے عقل عاجز ہے۔ کیونکہ روح عالم امر کی ایک غیر مرئی چیز ہے۔ جس کی حقیقت کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے فرمادیں کہ روح میرے پروردگار کا حکم ہے۔)

ایک گروہ کہتا ہے روح وہ زندگی ہے جس سے بدن زندہ ہوتا ہے۔

متکلمین کی رائے۔

روح ایک عرض ہے جاندار۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی کے سبب زندہ رہتا ہے اور جاندار میں تالیف اور حرکت اور باہم اجزاء کا اجتماع اسی کی وجہ سے ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے۔

روح زندگی کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ زندگی اس کے بغیر نہیں پائی جاتی جس طرح

Marfat.com

روح بغیر جسم کے نہیں پائی جاتی۔

اہل سنت والجماعت اور سب مشائخ کی رائے ہے کہ روح ایک جوہر ہے جو قائم بذاتِ خود ہے۔ روح ایک جسم لطیف ہے جو فرمانِ الٰہی سے جسم میں آتی ہے۔ اور اسی کے فرمان سے چلی جاتی ہے۔

۲۔ روح کے متعلق مشائخ کے اقوال

ایک شیخ فرماتے ہیں روح جسم میں ایسی ہے جیسے لکڑی میں آگ۔

حضرت ابوبکر واسطی رحمتہ اللہ علیہ نے روح کے دس مقامات بیان کئے ہیں

۱۔ خطا کاروں کی ارواح کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ آخرت میں ان کے ساتھ کیا معاملہ

۲۔ پرہیزگاروں کی روحیں پہلے آسمان پر اچھے اعمال کی وجہ سے خوش و خرم ہیں۔

۳۔ مریدانِ حق کی روحیں چوتھے آسمان پر صدق معاملہ اور اعمالِ صالح کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ رہتی ہیں۔

۴۔ اہلِ احسان کی روحوں کی غذا رحمتِ الٰہی اور قربِ حق ہے۔

۵۔ اہلِ وفا کی روحیں صفا کے حجاب اور برگزیدگی کے مقام میں خوش رہتی ہیں۔

۶۔ شہداء کی روحیں بہشتی پرندوں کی پوٹوں میں رہتی ہیں۔

۷۔ عاشقانِ الٰہی کی ارواح صفاتِ حق کے نوری پردوں میں ادب و احترام کے فرشوں پر قیام پذیر ہیں۔

۸۔ عارفانِ الٰہی کی ارواح بارگاہِ قدس میں رہتی ہیں۔ اور بہشت و دُنیا میں اپنے مقامات کو دیکھتی رہتی ہیں۔

۹۔ اولیاء اللہ کی روحیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو نہیں جانتیں اور نہ کسی چیز سے آرام پاتی ہیں۔

۱۰۔ درویشوں کی ارواح جمالِ سرمدی سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔

Marfat.com

پندرھواں باب

معرفتِ الٰہی میں پردے کا کھولنا۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر تم خداوند کریم کو پہچان لیتے تو سمندروں پر پاؤں سے چلتے اور تمہاری دعا سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاتے۔

معرفتِ خداوندی کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ علمی۔ معرفتِ علمی وہ ہے جو دنیا و آخرت میں تمام نیکیوں کی رہنمائی کرنے والی ہے۔ یہ معرفتِ علما اور فقہا کا شیوہ ہے۔

۲۔ حالی۔ مشائخ صوفیہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ حال کے صحیح ہونے کو معرفت حال کہتے ہیں۔

معرفتِ الٰہی کے متعلق اختلاف۔

۱۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت عقل سے حاصل ہوتی ہے اور عقلمند کے سوا اللہ تعالیٰ کی معرفت کسی اور کو روا نہیں ہے یہ قول بوجوہ باطل ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ معرفتِ الٰہی کی علت استدلال ہے اور استدلال کرنے والے کے سوا کسی اور کو معرفت حاصل نہیں ہے۔ یہ قول بھی باطل ہے۔

معرفتِ الٰہی کی علت عنایت اور مشیت الٰہی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے اس کی عنایت کے بغیر عقل نابینا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو اس کے فضل سے پہچانا۔ اور غیر اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا۔ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی رہنما نہیں علم تو صرف اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ کام کرنے کے آداب معلوم ہو جائیں نہ اس لئے کہ اس سے معرفت حاصل ہو جائے۔ مخلوقات میں سے کسی کو بھی یہ قدرت نہیں کہ وہ کسی کو خدا تک پہنچا دے۔

Marfat.com

۲۔ معرفت الٰہی کے متعلق مشائخ کے رموز

۱۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

معرفت وہ ہے کہ کسی چیز سے تو تعجب نہ کرے۔ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو عارف کو اس کے افعال پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔

۲۔ ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔

معرفت کی حقیقت خداوند تعالیٰ کا نہایت لطیف انوار کے ساتھ دلوں پر جلوہ فرمانا ہے۔

۳۔ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

معرفت ہمیشہ کی حیرانی ہے۔ حیرانی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وجود کے متعلق۔ (۲) وجود کی کیفیت کے متعلق۔

وجود الٰہی کے متعلق حیرانی شرک و کفر ہے اور کیفیت کے متعلق حیرانی معرفت ہے

۴۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا ہے۔

جس نے اپنے آپ کو فنا کے ساتھ پہچان لیا۔ اس نے خدا تعالیٰ کو بقا کے ساتھ پہچان لیا۔

۵۔ بایزید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

معرفت یہ ہے کہ خلقت کی سب حرکات و سکنات اللہ تبارک وتعالیٰ کی وجہ سے ہیں اور کسی کو اس کے اذن کے بغیر اس کے ملک میں تصرف حاصل نہیں اسی وجہ سے عین (قائم بجود) عین ہے۔ عین سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

۶۔ محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کا کلام کم ہو گیا۔ اس کی حیرت ہمیشہ کیلئے ہو گئی۔

Marfat.com

ہر ایک چیز میں اس کی ایک نشانی ہے جو اس کے ایک ہونے پر دلالت کرتی ہے

۲۔ حسین بن منصور فرماتے ہیں۔

توحیدِ الٰہی کے میدان میں بندے کا پہلا قدم اللہ تعالیٰ کو اپنے اوصاف حقیقیہ میں منفرد نہیں بلکہ یکتائے محض سمجھتا ہے۔

۳۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ایسا جسم ہو کر رہ جائے جو اپنے اختیار اور ارادہ سے بالکل خالی ہو۔

۴۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں کے لئے اپنی معرفت کی طرف سوائے اعترافِ عجز کے راستے کے اور کوئی راستہ نہیں رکھا۔

سترھواں باب

تیسرے پردے کا کھولنا۔ ایمان کی حقیقت

ایمان کا ثبوت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں پر ایمان لایا جائے۔ سُنت کی رو سے ایمان دل سے تصدیق کرنا ہے۔

معتزلہ سب علمی اور عملی عبادتوں کو ایمان کہتے ہیں بندہ کو گناہِ کبیرہ کی وجہ خارج از ایمان خیال کرتے ہیں۔ خوارج کا بھی یہی عقیدہ ہے اور بندہ کو گناہ کی وجہ سے کافر قرار دیتے ہیں۔

ایک گروہ کے نزدیک ایمان سے مراد صرف قول ہے۔

Marfat.com

۷۔ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
معرفتِ الٰہی کی حقیقت اللہ تعالےٰ کی معرفت سے عاجز ہونا ہے۔

سولھواں باب

دوسرے پردے کا کھولنا۔ توحیدِ الٰہی۔

۱۔ اثباتِ توحید۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اور تمہارا معبود برحق واحد ہے
توحید کی حقیقت کسی چیز کے ایک ہونے پر حکم کرنا ہے اور اس کے ایک ہونے کو صحیح طور پر جاننا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کی ذات وصفات میں کوئی ثانی نہیں اور افعال میں کوئی مثل و شریک نہیں ہے۔ اہلِ توحید نے اس کو اسی صفت کے ساتھ جانا ہے۔ توحید کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے آپ کو واحد جاننا۔ اور وہ اس کا اپنی یکتائی کو جاننا ہے۔
۲۔ خدا کی توحید خلقت کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بندہ کو اپنی توحید کا حکم دینا اور اس کے دل میں توحید کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔
۳۔ خلقت کی توحید اللہ کے لئے۔ اور وہ یہ ہے کہ خلقت اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور وحدانیت کو جانے۔

۲۔ توحید کے متعلق مشائخ کے رموز

۱۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
توحید قدیم کو حادث سے علیحدہ اور ممیز کرنا ہے۔ حق تعالیٰ قدیم ہے۔ انسان حادث ہے۔ قدیم حادث سے بھی حادث کا محتاج نہیں تھا اور بعد میں بھی محتاج نہیں ہوتا۔
ایک تیسرا گروہ صرف معرفت کو ایمان سمجھتا ہے۔

Marfat.com

اہلِ سنت والجماعت میں سے متکلمین کا گروہ مطلق تصدیق قلب کو ایمان کہتا ہے۔

۲۔ تحقیق ایمان۔

اہلِ سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان کی اصل دل سے تصدیق کرنا اور فروع حکم الٰہی کی تعمیل کرنا ہے۔

ایمان و معرفت کی انتہا عشق و محبت ہے اور محبت کی علامت بندگی ہے۔

اٹھارہواں باب

چوتھے پردے کا کھولنا

طہارت

ایمان لانے کے ساتھ ساتھ عبادات ادا کرتے وقت جس طرح ظاہری اور جسمانی طہارت ضروری ہے اسی طرح دل اور باطن کی طہارت بھی لازمی ہے۔ اگر وضو کے بغیر نماز درست نہیں ہے تو دل کی طہارت کے بغیر معرفت بھی درست نہیں غرض یہ کہ جب کوئی بارگاہِ ایزدی میں ظاہری طہارت سے آراستہ ہو کر جائے کہ اس کو چاہیئے کہ وہ باطنی طہارت سے بھی آراستہ ہو۔ اس کا باطن حسد، بغض، کینہ وغیرہ آلائشوں سے پاک اور توحیدِ خالص سے آباد ہو ورنہ اس کی کوئی عبادت معتبر نہ ہوگی

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ فرماتے ہیں مجھے خداوند تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لئے ابدی عمر چاہیئے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے وفات کے دن ہر نماز کے لئے ساٹھ بار طہارت فرمائی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے باطن کی صفائی کے لئے سارا مال و اسباب راہِ خدا میں لٹا دیا۔ اور ایک سال تک اتنے کپڑے کے سوا نہ پہنا جس سے نماز درست ہو۔

Marfat.com

انیسواں باب

توبہ اور اس کے متعلق دوسرے اُمور کے بیان میں

توبہ کی حقیقت

جس طرح طالبانِ عمل کا پہلا قدم طہارت ہے۔ اسی طرح سالکان راہِ حق کا پہلا مقام توبہ ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی جناب میں سچی توبہ کرو۔

حدیث پاک میں وارد ہے۔

فعلِ بد سے پشیمانی توبہ ہے۔

توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنا ہے۔

توبہ کی تین شرطیں ہیں۔

۱۔ احکامِ الٰہی کی مخالفت پر افسوس کرنا ہے۔

۲۔ لغزش یعنی گناہ کو فوراً چھوڑ دینا ہے۔

۳۔ معصیت کی طرف نہ لوٹنے کا ارادہ کرنا ہے۔

۲۔ توبہ کرنے کے بعد ارتکابِ معصیت کرنا۔

اگر توبہ کرنے والے کی توبہ میں کوئی فتور واقع ہو جائے اور ایام گذشتہ میں پختہ ارادہ کے صحیح ہونے کے بعد پھر معصیت کی طرف رجوع کرے تو اس کو اس توبہ کا ثواب ملے گا۔

ایں درگہہ ما درگہے نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

۳۔ توبہ کے متعلق مشائخ کے اقوال

۱۔ حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ۔

تَوْبَةُ الْعَوَامِ مِنَ الذُّنُوْبِ تَوْبَةُ الْخَوَاصِ مِنَ الْغَفْلَةِ

Marfat.com

عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خاص لوگوں کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے

۲۔ حضرت ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ

اِذَا ذَکَرْتَ الذَّنْبَ ثُمَّ لَا تَجِدُ حَلَاوَۃً عِنْدَ ذِکْرِہٖ فَھُوَ التَّوْبَۃُ (جب تو گناہ کو یاد کرے اور اس کے یاد کرنے سے لذت نہ پائے۔ بس یہی توبہ ہے۔

بیسواں باب

پانچویں پردے کے کھولنے کے بیان میں

۱۔ حقیقت نماز۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (اور نماز قائم کرو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ نماز اور جو تمہارے ملک میں ہیں۔ یعنی لونڈی اور غلام کا خیال رکھو۔)

صلوٰۃ کا لفظی ترجمہ ذکر۔ دعا، فرمانبرداری ہے۔ لیکن فقہا کی اصطلاح میں نماز ایک مخصوص عبادت ہے جو روزمرہ چند مخصوص احکام کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ پانچ وقتوں میں پانچ نمازیں ادا کرو۔

نماز کی شرطیں یہ ہیں۔

۱۔ جسم کی طہارت ۲۔ لباس کی طہارت ۳۔ مکان یعنی جگہ کی طہارت ۴۔ قبلہ کی طرف رُخ کرنا ۵۔ قیام ظاہر

۲۔ اہلِ طریقت کے لئے نماز کے فوائد

نماز ایک ایسی عبادت ہے طالبانِ راہ پر ان کے مقامات کشف ہوتے ہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا کے تمام تعلقات سے منقطع ہو جاتے تو

کمال حیرت کے محل میں شوق دیدار کے طالب ہوتے۔ اور یادِ حق سے تعلق مضبوط کرتے پھر فرماتے اَرِحْنَا یَا بِلَالُ بِالصَّلٰوۃِ اے بلال ہمیں نماز سے راحت دے یعنی اذان دینے کے بعد نماز ادا فرماتے تو راحتِ قلب حاصل کرتے۔

اکیسواں باب

محبتِ الٰہی اور اس سے متعلقہ امور کے بیان میں

قرآن کریم میں وارد ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ اے ایمان والو جو آدمی اپنے دین سے پھر جائے سو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم پیدا کرے گا۔ جسے وہ خود دوست رکھے گا اور وہ لوگ بھی اسے دوست رکھیں گے۔

حدیثِ پاک میں وارد ہے۔

اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ قَالَ لِجِبْرَئِیْلَ یَا جِبْرَئِیْلُ - اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ فَیُحِبُّهٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یَقُوْلُ جِبْرَئِیْلُ لِاَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَحَبَّ فُلَانًا۔ فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یَضَعُ لَهُ الْقُبُوْلَ فِی الْاَرْضِ فَیُحِبُّهٗ اَهْلُ الْاَرْضِ وَفِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ مِثْلُ ذٰلِكَ

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے۔ اے جبرئیل میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ سو جبرئیل اس کو دوست رکھتا ہے پھر جبرئیل اہلِ آسمان سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کو دوست بنالیا ہے تم اسے دوست بنالو۔ پس اہلِ آسمان اسے دوست بنالیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کو اہلِ زمین میں مقبول بنا دیتا ہے تو اہلِ زمین بھی اس کو دوست رکھتے ہیں بعض روایتوں میں مِثْلُ ذٰلِكَ ہے یعنی اس طرح یعنی اہلِ آسمان کی طرح اہلِ زمین بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

Marfat.com

محبت کے لغوی معنی یہ ہیں کہ محبت حبہ سے مشتق ہے جس کے معنی بیج کے ہوتے ہیں۔ اسی لئے لوگوں نے محبت کا نام حُب کر دیا۔ کیونکہ زندگی کا اصل حبہ بیج کے اندر ہی ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محبت حُبُب سے مشتق ہے جس کے معنی وہ گڑھا ہیں جس میں پانی بہت ہو اور نظر کو اس میں گزر نہ ہو اور پانی اس کو روکے اسی طرح محبت بھی طالب کے دل میں آکر کسی اور چیز کی گنجائش نہیں چھوڑتی۔

بعض کہتے ہیں کہ حُب حُبہ کی جمع ہے۔ مراد اس سے حبہ یعنی دل کا سیاہ نقطہ ہے اور یہی دل کا نقطہ لطفِ الہٰی کا محل ہے اور محبّت کا قیام اسی میں ہے۔

۲۔ لفظ محبّت کا استعمال

محبت کا استعمال علما کے نزدیک مختلف طور پر ہوتا ہے۔

۱۔ محبوب کی طرف نفس کی بے آرامی۔ رغبت، خواہش، دل کی آرزو اور طلب اُنس کے ساتھ ارادہ کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔

۲۔ محبت احسان اور بندہ کو اپنی عنایات سے مخصوص کرنے کے معنے میں آتا ہے

۳۔ بندہ کی صفت وثنا کرنے کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت بندہ کے لئے اس پر رحمت اور بھلائی کا ارادہ کرنا ہے اور بندے کی محبت اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ ہے کہ اس کے اوامر اور نواہی پر صدقِ دل سے عمل کرے اور اس کی خالص توحید سے دل معمور کرے۔

۳۔ محبّت کے مختلف نام

حضرت سمنون المحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

محبتِ الہٰی حق تعالیٰ کے راستہ کی اصل اور بنیاد ہے اور احوال ومقامات اس کی منزلیں ہیں اور جس منزل ومحل میں طالب ہوتا ہے اس پر زوال آنا ضروری ہے

Marfat.com

مگر محبت حق کا محل زائل نہیں ہوتا جب تک اس میں محبت رہتی ہے۔

۴۔ عشق کی حقیقت

عشق کے متعلق مشائخ کے مختلف اقوال ہیں۔

ایک گروہ نے بندہ کی طرف سے خدا تعالیٰ کے عشق کو جائز رکھا ہے۔

صوفیاء متاخرین کا قول ہے کہ عشق دونوں جہانوں میں ذاتِ حق تعالیٰ کے ادراک کے طالب کے سوا اور کسی کے لئے درست نہیں ہے۔

۵۔ محبت کی تحقیق میں مشائخ کے رموز

۱۔ استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

اَلْمُحَبَّۃُ مَحْوُ الْمُحِبِّ بِصِفَاتِہٖ وَاِثْبَاتُ الْمَحْبُوْبِ بِذَاتِہٖ

محبت سے مراد یہ ہے کہ محب اپنے کل اوصاف کو اپنے محبوب کی طلب میں محو کر دے اور محبوب یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو ثابت کرنا ہے۔

۲۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

اَلْمُحَبَّۃُ اِسْتِقْلَالُ الْکَثِیْرِ مِنْ نَفْسِکَ وَاِسْتِکْثَارُ الْقَلِیْلِ مِنْ حَبِیْبِکَ

محبت سے مراد یہ ہے کہ اپنے بہت کو تھوڑا جانے اور دوست کے تھوڑے کو بہت خیال کرے۔

۳۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلْمُحَبَّۃُ مُعَانَقَۃُ الطَّاعَاتِ وَمُبَایَنَۃُ الْمُخَالَفَاتِ

محبت سے مراد یہ ہے کہ محبوب کی عبادات سے بغل گیر ہو اور اس کی مخالفت سے جُدا ہو۔

بائیسواں باب

چھٹے پردے کا کھولنا ـــــ زکوٰۃ

۱۔ اثباتِ زکوٰۃ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ

تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

زکوٰۃ کے متعلق بہت سی آیات قرآن پاک میں وارد ہیں اور احادیث میں بھی کئی بار زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ جس پر زکوٰۃ واجب ہو اس سے روگردانی روا نہیں ہے۔ زکوٰۃ نعمت کے پورا ہونے پر واجب ہوتی ہے۔

۱۰۰ درہم نقدی پر ایک سال گزر جانے کے بعد اڑھائی فیصدی زکوٰۃ واجب ہے ساڑھے سات تولے سونے پر نصف دینار زکوٰۃ واجب ہے۔ ساڑھے سات تولے بیس دینار کے برابر ہوتے ہیں۔ پانچ اونٹوں پر ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے گھر کی زکوٰۃ مہمان خانہ ہے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے۔

اعضائے بدن کی زکوٰۃ یہ ہے کہ تندرستی کی حالت میں ہر عضو بدن کو خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رکھا جائے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ کے ضمن میں بنت لبون۔ بنت مخاض اور حقہ کے نام آتے ہیں۔ ان کی تشریح یہ ہے۔

بنت لبون ـــــ اونٹ کا وہ بچہ جس کی عمر تین سال ہو۔

بنت مخاض ـــــ اونٹ کا وہ بچہ جس کی عمر دو سال ہو۔

حقہ ـــــ اونٹ کا وہ بچہ جس کی عمر چار سال ہو۔

۲۔ زکوٰۃ لینے کے متعلق مشائخِ صوفیہ کا عمل۔

مشائخ صوفیہ سے بعض نے زکوٰۃ لی ہے اور بعض نے نہیں لی۔

Marfat.com

جن مشائخ صوفیہ کا فقر اختیاری ہوا ہے انہوں نے زکوٰۃ نہیں لی اور جن کا فقر مجبوری اور غربت کی وجہ سے ہوتا ہے انہوں نے زکوٰۃ لی ہے۔

تیئسواں باب

جود و سخا کے بارے میں

حدیث پاک میں وارد ہے۔

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ وَبَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ۔ وَالْبَخِیْلُ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ وَبَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ۔

سخی آدمی بہشت سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے اور بخیل آدمی دوزخ کے نزدیک اور بہشت سے دور ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

کَافِرٌ سَخِیٌّ عِنْدَ اللّٰہِ اَفْضَلُ مِنْ مُؤْمِنٍ بَخِیْلٍ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخی کافر بخیل مومن سے افضل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جواد کہنا درست ہے۔ سخی کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ جواد توقیفی نام ہے اور سخی کے متعلق توقیف ثابت نہیں ہے۔

توقیف سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو کسی امر سے واقف کرنا اور اس امر کو وحی کے ذریعہ سے متعین کرنا توقیف کہلاتا ہے۔

علماء لغت نے جود و سخا کو ہم معنی کہا ہے لیکن اہل معنی نے جود و سخا میں فرق روا رکھا ہے۔

سخی وہ ہے جو سخاوت میں اپنے پرائے کی تمیز کرے اور جو کچھ کرے۔ اس میں کوئی دنیاوی غرض اور سبب وابستہ ہو۔

جواد وہ ہوتا ہے جو بخشش کرتے وقت اپنے اور بیگانے کی تمیز نہ کرے۔ اور اس کی سخاوت بے غرض اور بلا سبب ہو۔

Marfat.com

حضرت سہل بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

الصُّوفِیُّ دَمُہٗ ھَدَرٌ وَمِلْکُہٗ مُبَاحٌ

صوفی کا خون معاف ہے اور اس کی ملکیت عام لوگوں کے لئے مباح ہے۔

چوبیسواں باب

ساتویں پردے کے کھولنے کے بیان میں

۱۔ روزہ کی حقیقت۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ

اے ایمان والو روزے تم پر فرض کر دیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اَلصَّوْمُ نِصْفُ الطَّرِیْقَۃِ روزہ آدھی طریقت ہے۔

مشائخ ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ اور محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھتے تھے اور مشائخ صوم داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار بھی رکھتے تھے۔

روزہ کی حقیقت نفس کو روکنا ہے اور روزہ کی یہ جامع اور مختصر تعریف ہے۔ روزے کے معنی اپنے تمام جسم اور جملہ حواس کو خلافِ شرع امور کے علاوہ کھانے پینے اور مباشرت وغیرہ سے باز رکھنا ہے۔

کھانے پینے سے رک جانا اور روزہ کے آداب و شرائط کا کوئی لحاظ نہ کرنا روزہ نہیں ہے۔ روزے کا اصلی مقصد انضباطِ نفس اور خواہشات نفسانی کو مغلوب کرنا ہے۔

روزہ وصال کی انہی احادیث میں وارد ہے۔ روزہ وصال سے مراد ہے کہ

Marfat.com

پے در پے روزے رکھنا۔

پچیسواں باب

بھوک اور اس کے متعلقات

قرآن پاک میں وارد ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ - ہم تم کو کچھ خوف، بھوک۔ مالوں۔ جانوں اور پھلوں کے نقصانات سے ضرور آزمائیں گے۔

حدیثِ پاک میں وارد ہے۔

بَطْنٌ جَائِعٌ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ سَبْعِيْنَ عَابِدًا غَافِلًا

بھوکا پیٹ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ستر غافل عابدوں سے زیادہ محبوب ہے۔

بھوکا رہنا باطن کو آباد کرنا ہے اور پیٹ بھر کر کھانا پیٹوں کو آباد کرنا ہے۔

كَانَ الْمُتَقَدِّمُوْنَ يَاْكُلُوْنَ لِيَعِيْشُوْا وَاَنْتُمْ تَعِيْشُوْنَ لِتَاْكُلُوْا

پہلے لوگ کھانا صرف اس لئے کھاتے تھے کہ وہ زندہ رہ سکیں اور تم اس لئے زندہ رہتے ہو کہ کھاتے رہو۔

اہلِ حق اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے لئے بحالتِ مراقبہ چالیس دن بھوکے رہتے ہیں ؎

تنورِ شکم دم بدم تافتن — مصیبت بود روز نا یافتن

چھبیسواں باب

آٹھویں پردے کا کھولنا

حج کی حقیقت۔

قرآنِ پاک میں وارد ہے۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا

اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ جس کو اس تک پہنچنے کی طاقت ہو۔

حج کے متعلقات

۱۔ میقات (احرام باندھنے کی جگہ) پہنچ کر احرام باندھنا۔

۲۔ میدان عرفات میں نو ذی الحج کو نمازِ ظہر کے بعد غروبِ آفتاب تک دعائیں مانگنا اور اس جگہ قیام کرنا مناسکِ حج میں ایک ہے۔

۳۔ میدانِ عرفات میں کھڑا ہونا کعبہ کا طواف زیارت کرنا۔

۴۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا۔

۵۔ احرام باندھے بغیر مکہ میں داخل نہ ہونا۔

۶۔ حلال شکار سے ہاتھ اٹھا لینا۔

۷۔ تمام حواس کو بند کر لینا۔

۸۔ عرفات میں حاضر ہونا۔ مزدلفہ اور مشعر الحرام میں جانا۔ کنکریاں اٹھا کر مکہ کعبہ کا طواف کرنا۔ پھر منیٰ میں واپس آنا۔ تین دن تک قیام کرنا۔ کنکریاں مقررہ شرطوں کے ساتھ جمروں پر مارنا۔ سر کے بال منڈوانا۔ اور قربانی کے بعد اصلی لباس پہن لینا لوازمات حج ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

اَلْحَاجُّ وَفْدُ اللّٰہِ یُعْطِیْھِمْ مَا سَأَلُوْا وَیَسْتَجِیْبُ لَھُمْ مَا دَعَوْا

حاجی لوگ اللہ تعالیٰ کا قافلہ ہیں۔ جو کچھ دعا مانگیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عطا کرتا ہے اور ان کی دعا کو قبول کرتا ہے۔

حج صاحب استطاعت مسلمان بالغ اور صحیح العقل پر واجب ہے۔ حج کا مقصد بیت اللہ کا دیدار پتھروں کی زیارت نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود صاحبِ خانہ کی حضوری اور مشاہدہ دل کو حرصِ دنیوی اور خیالاتِ باطلہ سے پاک کرنا ہے۔ اور اپنے

نفس کو منیٰ کے میدان میں قربان کر کے ذاتِ الٰہی کے لئے خالص ہونا ہے۔

ستائیسواں باب

کشف و مشاہدہ کی حقیقت میں

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

اَجِیْعُوْا بُطُوْنَکُمْ دَعُوا الْحِرْصَ وَاَعْرُوْا اَجْسَامَکُمْ قَصِّرُوا الْاَمَلَ وَاظْمَأُوْا اَکْبَادَکُمْ دَعُوا الدُّنْیَا لَعَلَّکُمْ تَرَوْنَ اللہَ بِقُلُوْبِکُمْ

اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھو۔ حرص کو چھوڑ دو۔ اپنے جسموں کو ننگا رکھو خواہشات کم کرو اپ[نے] جگروں کو پیاسا رکھو۔ دنیا کو ترک کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دلوں سے دیکھ سکو۔

احسان کے متعلق ارشادِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس انداز سے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس[ے] نہیں دیکھ رہے تو وہ یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔

جماعتِ صوفیہ کے نزدیک مشاہدہ سے مراد ذاتِ الٰہی کو چشمِ بصیرت سے دیکھنا ہے۔ یعنی وہ دل سے خداوند تعالیٰ کو خلوت و جلوت میں بے کیف دیکھتے ہیں۔

مشاہدہ کی حقیقت دو طرح پر ہے۔

۱۔ صحیح یقین سے (۲) محبت کے غلبہ سے۔

مشاہدہ کے متعلق چند بزرگانِ دین کے اقوال

۱۔ محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہ۔

میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ مگر اس میں صحیح یقین کے ساتھ صرف اللہ کو دیکھا ہے

۲۔ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ۔

میں نے محبتِ الٰہی کے غلبہ میں اور مشاہدہ کے جوش میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی او[ر]

Marfat.com

یز کو نہیں دیکھا۔

۲۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ۔

اگر خداوند تعالیٰ فرمائے کہ مجھے دیکھ تو میں نہیں دیکھوں گا۔ کیونکہ محبت الٰہی میں آنکھ یراور بیگانہ ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص مجاہدہ میں رہتا ہے اور پنی ظاہری آنکھوں کو محرمات سے بچائے رکھتا ہے وہ ضرور حق تعالےٰ کے جمال ور تجلیات کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور تکرار مجاہدہ کی وجہ سے وہ ایسے مقام پر پہنچ اتا ہے جہاں کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے جلوہ کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتی۔

اٹھائیسواں باب

نویں پردے کا کھولنا

محبت اور اس کے آداب واحکام

۱۔ اثبات ادب۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

اے ایمان والو اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کو تہذیب سکھاؤ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہیں۔

حُسْنُ الْأَدَبِ مِنَ الْإِيمَانِ اچھا ادب ایمان میں سے ہے۔

أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي۔ مجھے میرے پروردگار نے ادب سکھایا۔ اور اچھا ادب سکھایا۔

آداب کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ توحید کے اندر حق تعالیٰ کے ساتھ ادب کرنا۔ وہ اس طرح کہ خلوت وجلوت

Marfat.com

میں بے ادبی سے محفوظ رہا جائے۔

۲۔ عمل میں اپنے ساتھ ادب کرنا ہے وہ اس طرح کہ تمام احوال میں اپنے نفس کے ساتھ مروت مرعی رکھی جائے۔

۳۔ لوگوں کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیئے یعنی سفر اور حضر میں لوگوں کے ساتھ سنت کی متابعت میں عمدہ برتاؤ کیا جائے۔

۲۔ صحبت کے حقوق

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے دوستی پیدا کر دے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّ مِنْ تَمَامِ التَّقْوٰی تَعْلِیْمَ مَنْ لَمْ یَعْلَمْ

جو شخص نہیں جانتا اسے سکھانا پوری پرہیزگاری ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہے۔

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلْ

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس تم سے کسی کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

۳۔ رعایت حقوق صحبت

ارشاد رسالت مآب ہے۔

اَلشَّیْطَانُ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَیْنِ اَبْعَدُ

شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے وہ دور رہتا ہے۔

لہٰذا مرید کے لئے تنہائی جیسی کوئی آفت نہیں ہے۔

صوفیہ کے لئے صحبت کی شرط یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے درجے میں پہچانیں

۱۔ بوڑھوں کے ساتھ ادب سے پیش آئیں۔

۲۔ ہم جنسوں کے ساتھ عشرت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

۳۔ بچوں سے شفقت کریں۔

۴۔ آداب کی حقیقت

آداب کی حقیقت نیک خصلتوں کا جمع ہونا ہے۔

صوفیاء کے نزدیک ادب اچھے کام کرنا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور ظاہر و باطن میں ادب ملحوظ رکھے۔ اگر تو ایسا ہوگا تو ادیب ہوگا۔ اگرچہ تو غیر عربی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کے برعکس غیر ادیب ہوگا۔

۵۔ اقامت میں صحبت کے آداب

جب کوئی مسافر آئے تو اس کی عزت کرو۔ خندہ پیشانی سے پیش آؤ۔ کامل ادب و احترام سے قبول کیا جائے۔

خلوت پسند کے لئے جگہ خالی کردی جائے۔ مسافر سونا چاہے تو مقیم اس کے پاؤں دبائے۔ الغرض ہر ایک کے ساتھ کامل ادب و احترام سے پیش آنا چاہیئے۔

۶۔ سفر میں آدابِ صحبت

درویش کو سفر خدا کے لئے کرنا چاہیئے۔ نفس کی متابعت نہ کرے۔ ہمیشہ باوضو رہے اپنے ورد وظیفہ کو ضائع نہ کرے۔

سفر سے مراد خانہ کعبہ کا حج۔ جہاد یا کسی نیک مقام کی زیارت۔ علم کی تلاش ہے۔
سفر میں گدڑی۔ مصلیٰ۔ لوٹا۔ رسی۔ جوتا اور لاٹھی کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

سنت کی پیروی کرتے ہوئے اگر کوئی کنگھی، ناخن گیر، سوئی اور سرمہ بھی رکھے تو جائز ہے۔ سفر میں زینت کے سامان سے پرہیز لازم ہے۔

Marfat.com

٧۔ کھانے کے آداب میں

غذا کے بغیر انسان کا جینا مشکل ہے۔ کھانے پینے میں حد سے نہیں بڑھنا چاہیے چارپایوں کی طرح ہر وقت کھاتے ہی نہیں رہنا چاہیئے۔ کھانا کھاتے وقت غریبوں اور حاجت مندوں کو بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کھانا کھانے سے فارغ ہوکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

٨۔ چلنے کے آداب میں

ارشادِ خداوندی ہے:۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (اور اللہ تعالیٰ کے بندے زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔)

آدمی کو چلتے وقت اِدھر اُدھر نہیں دیکھنا چاہیئے۔ اگر سامنے سے کوئی مسلمان آرہا ہے تو اسے سلام کرنا چاہیئے۔

انتیسواں باب

سفر و حضر میں سونے کے آداب

سوائے نیند کے غلبہ کے کسی حالت میں سونا جائز نہیں ہے۔

ارشادِ رسالت مآب ہے۔

اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ ۔ نیند موت کا بھائی ہے۔

آدھی رات کے بعد بیدار رہنا انبیاء و اولیاء کی پسندیدہ عادت ہے۔

شب بیداری سے دل کو زندگی اور طمانیت پیدا ہوتی ہے۔

زیادہ سونا حجاب اور غفلت کی علامت ہے۔

تیسواں باب

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔

Marfat.com

اچھی بات میں اس شخص سے بڑھ کر کون اچھا ہے جس نے اللہ کی طرف دعوت دی اور نیک عمل ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۔ (اچھی بات کرنا چاہیئے۔)

ارشادِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ اَللِّسَانُ ۔ جس کے بارے میں میں اپنی اُمّت کے متعلق ڈرتا ہوں وہ زبان ہے۔

مومن کو چاہیئے کہ گفتگو کرتے وقت اپنی بات کی ابتدا اور انتہا پر خوب غور کرے کہ آیا اس کی گفتگو صداقت پر مبنی ہے یا نہیں۔

اگر سچائی پر مبنی ہے تو بولے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔

جب گفتگو کرے تو ہر بات حکمت اور موعظت کا پہلو لئے ہوئے ہو۔

اکتیسواں باب

سوال اور اس کے ترک کے آداب

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

حق تعالیٰ کے سوا اور کسی سے سوال نہیں کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حاجت روا خیال نہ کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی لوگوں سے مانگنا خداوند تعالیٰ سے منہ پھیرنا ہے اور اس کی اعانت کو ناکافی سمجھنا ہے۔ یہ صریحاً شرک ہے۔ تنگ دستی اور اشد ضرورت کے موقع پر نیک سیرت مخیر اور صاحبِ جمال لوگوں سے سوال کرنے کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اگر یہ جائز ہو تو پھر زکوٰۃ اور صدقات بے معنی ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

بتیسواں باب

نکاح کرنے اور مجرّد رہنے کے آداب

ارشادِ خداوندی ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

وہ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مجھے حق تعالیٰ کی نعمتوں میں عورت زیادہ مرغوب ہے۔

ایک نیک سیرت اور صاحبِ جمال عورت کی صحبت انسان کے دین و دنیا کو مہذب بنا دیتی ہے۔ انسان کو معراجِ کمال تک پہنچانے میں عورت کی خدمت و اطاعت اور مخلصانہ رفاقت اور محبت کو بڑا دخل ہے۔

تنہائی وحشت ہے اور صحبت سعادت کا گھر ہے۔

جس آدمی کو نکاح کی توفیق ہو اور بیوی کے حقوق بجالانے کی قدرت رکھتا ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا لازم ہے۔

نکاح کرنا اتباعِ سنت بھی ہے۔

اس شخص کے لئے اکیلا رہنا ہی افضل ہے۔ جسے بہیمی رجحانات اور دل کے غیر اللہ کی محبت میں کھو جانے کا احتمال ہو۔

حیوانی رجحانات بڑھنے کے اندیشہ سے تجرّد افضل ہے۔

تینتسواں ۳۳ باب

دسویں پردے کا کھولنا

صوفیہ کرام کی اصطلاحات اور ان کی تشریح

۱۔ وقت۔ مشائخ کے نزدیک وقت وہ حالت ہے کہ آدمی اس کی وجہ سے زمانہ

ماضی اور مستقبل سے فارغ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل میں جلوہ الہٰی یا الہام کی اقسام کی قسم کا کوئی فیضان ہو جو اس کے باطن کو اس میں اس طرح ہمہ تن مجتمع کر دے کہ اس کے معاشقہ میں وقت گذشتہ یا آئندہ یاد نہ ہو۔ تمام لوگوں کو اس حال پر دسترس نہیں ہوتی۔

حال۔ وہ فیضانِ الہٰی ہے جو مشاہدہ حق کے وقت دل پر وارد ہو کر اسے ایسا آراستہ کر دیتا ہے۔ جیسا کہ روح جسم کو آراستہ کر دیتی ہے۔ لہٰذا وقت حال کا محتاج ہوتا ہے۔

۲۔ مقام۔ مقام سے مراد طالبِ الہٰی کا اپنے مطلوب کے حقوق ادا کرنے کے لئے سخت کوشش کرنا اور صحیح نیت کے ساتھ قیام کرنا ہے۔

تمکین۔ تمکین سے مراد محققین کا محلِ کمال ہے اور درجہ اعلےٰ میں اقامت کرنا ہے۔ پس اہلِ مقامات کو مقامات سے گذرنا ممکن ہے۔ لیکن تمکین کے درجہ سے گذرنا محال ہے۔

۳۔ محاضرہ۔ محاضرہ دل کے حاضر ہونے کو کہتے ہیں۔ اس لئے محاضرہ آیاتِ الہٰی کے شواہد میں ہوتا ہے۔

مکاشفہ۔ مشاہدہ حق کی بارگاہ میں باطن کے حاضر ہونے کو کہتے ہیں۔ اس لئے مکاشفہ مشاہداتِ الہٰیہ کے شواہد میں داخل ہے۔

۴۔ قبض۔ قبض سے مراد حجاب کی حالت میں دل کا قبض کر لینا ہے۔

بسط۔ بسط سے مراد کشف کی حالت میں دلوں کا کھولنا ہے۔

قبض اور بسط دونوں بندہ کی تکلیف اور کوشش کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔

قبض عارفین کے حال میں مریدوں کے حال میں خوف کی مانند ہے اور بسط اہلِ معرفت کے حال میں مریدوں کے حال میں امید کی طرح ہوتا ہے۔

۵۔ انس۔ جب اللہ تعالیٰ بندے کے دل پر شہود و جمالی کے ساتھ تجلی کرتا ہے

Marfat.com

تو اس حالت کو انس کہتے ہیں۔

ہیبت۔ جب اللہ تعالیٰ بندے کے دل پر شہود جلالی کے ساتھ تجلی کرتا ہے تو ایسی حالت کو ہیبت کہتے ہیں۔

اہلِ انس جمال کی وجہ سے سرور اور خوشی محسوس کرتے ہیں۔ جبکہ اہلِ ہیبت جلال کی وجہ سے تکلیف میں ہوتے ہیں۔

۶۔ قہر۔ قہر سے مراد مرادوں کے فنا کرنے اور نفس کو اس کی آرزوؤں سے روکنے میں خداوند تعالیٰ کی تائید کا حصول ہے۔

لطف۔ لطف سے مراد اللہ تعالیٰ کی تائید کا باطن کی بقا مشاہدہ کے دوام اور درجہ استقامت میں حال کے قرار کے ساتھ حاصل کرنا ہے۔

۷۔ نفی۔ نفی سے مراد آدمیت کے تمام اوصاف اور خواہشات کا محو کرنا ہے

اثبات۔ اثبات اللہ تعالیٰ کی رضا تائید اور تمام اوصاف حقیقیہ کو ثابت کرنا ہے

۸۔ مسامرہ۔ سر باطن کو چھپانے کی دائمی خوشی ہے اور اس کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ رات کے اوقات میں کسی وقت اپنے خدا کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرنا۔

محادثہ۔ یہ باطن کا بھید ہے جسے زبان سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

محادثہ دن کے اوقات میں کسی وقت بندے کا خدا کے ساتھ ظاہری اور باطنی سوال وجواب میں مشغول ہونا ہے۔

۹۔ علم الیقین۔ اصطلاحِ صوفیہ میں دنیا کے معاملات کو ان کے احکام کے ساتھ جاننا ہے۔ عین الیقین سے مراد بہشت میں رویت حق کے ظاہر ہونے اور اس کے احوال کی کیفیت آنکھوں سے دیکھنا ہے۔

علم الیقین علماء کا درجہ ہے۔

عین الیقین عارفوں کا درجہ ہے۔

حق الیقین دوستانِ حق کے فنا کا مقام ہے۔

۱۰۔ علم۔ وہ علم ہے جو معنی سے الگ اور عمل سے خالی ہو۔ اس کے جاننے

والے کو عالم کہتے ہیں۔

معرفت۔ وہ علم جس کے ساتھ عمل اور حال بھی ملا ہوا ہو اور اس کا عالم اپنے حال کو بیان کرے اس کے عالم کو عارف کہتے ہیں۔

عالم وہ ہے جو محض عبارت اور اس کے معنوں کی حفاظت کے بغیر جاننے والا ہے۔
عارف وہ ہے جو کسی چیز کے معنے اور اس کی حقیقت کا جاننے والا ہے۔

۱۱۔ شریعت۔ شریعت سے مراد وہ معنے ہیں جن میں تغیر اور تبدل جائز ہے۔ جیسا کہ احکامِ الٰہی اور اوامرِ الٰہی۔ پس شریعت بندے کا فعل ہے اور اس سے مراد ظاہری حال کی صحت ہے۔

حقیقت۔ خداوند تعالیٰ کی نگہبانی حفاظت اور عظمت کا نام ہے۔ اس سے مراد باطنی حالت کی درستی ہے۔ پس

شریعت کا قیام حقیقت کے بغیر محال ہے اور
حقیقت کا قیام شریعت کی حفاظت کے بغیر محال ہے۔

۱۲۔ اس فصل میں اصطلاحاتِ صوفیہ کی دیگر قسموں کا بیان ہے۔

۱۔ حق۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ یہ بات اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے۔

۲۔ حقیقت۔ اس سے مراد وصلِ الٰہی کے محل میں بندے کا اقامت کرنا ہے اور محل تنزیہ پر اس کے بھید کا ٹھہرنا ہے۔

۳۔ خطرات۔ تفرقہ کی باتوں سے جو کچھ دل پر گذرتا ہے۔

۴۔ وطنات۔ معارفِ الٰہیہ سے جو کچھ باطن میں جاگزین ہو۔

۵۔ طمس۔ اصل چیز کی نفی کرنا جس کا اثر یاد میں باقی رہے۔

۶۔ رمس۔ کسی چیز کا دل سے اس کے اصل کے ساتھ نفی کرنا۔

۷۔ علائق۔ وہ اسباب جن سے طالب تعلق پیدا کر کے اپنی مراد سے قاصر رہے۔

۸۔ وسائط۔ وہ اسباب جن سے تعلق پیدا کر کے لوگ مراد کو پہنچ جاتے ہیں۔

Marfat.com

۱۰ فوائد۔ باطن کا اس چیز کو معلوم کر لینا جو اس کے لیے ضروری ہو۔

۱۱ ملجا۔ دل کا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر اعتماد کر لینا۔

۱۲ منجا۔ دل کا آفتاب کے مقام سے خلاصی پا لینا۔

۱۳۔ کلیہ۔ انسانیت کے اوصاف کو کلی طور پر پا لینا۔

۱۴۔ لوائح۔ نفی کے ابراد سے مراد کا ثابت ہونا۔

۱۵۔ لوامع۔ دل پر نور کا اس کے فوائد کی بقا کے ساتھ ظاہر ہونا۔

۱۶۔ طوالع۔ دل پر معارفِ الٰہی کے انوار کا طالع ہونا۔

۱۷۔ طوارق۔ رات کے وقت مناجات میں بشارت ہونا۔

۱۸۔ لطائف۔ حال کی باریکیوں سے دل میں لطیف اشاروں کا آنا۔

۱۹۔ سر۔ محبت الٰہی کے احوال کو پوشیدہ رکھنا۔

۲۰۔ نجوی۔ غیر کی اطلاع سے خرابیوں کا چھپانا۔

۲۱۔ اشارہ۔ غیر کا زبان کے بیان کے بغیر مراد سے خبر دینا۔

۲۲۔ ایما۔ بیان اور اشارہ کے بغیر بطور تعریض خطاب کرنا۔

۲۳۔ وارد۔ دل میں معانی کا ورود ہونا۔

۲۴۔ انتباہ۔ دل سے غفلت کا زائل ہونا۔

۲۵۔ اشتباہ۔ حق و باطل میں حال کا مشتبہ ہونا۔ حق اور باطل حکم کی دونوں طرفیں ہیں۔

۲۶۔ قرار۔ حال کی حقیقت سے تردد کا زائل ہونا۔

۲۷۔ انزعاج۔ وجد کی حالت میں دل کا حرکت کرنا۔

۱۳۔ اس فصل میں۔ صوفیہ کی اصطلاحات کی تیسری قسم کا بیان ہے۔ یہ وہ اصطلاحات ہیں جو صوفیہ کرام اللہ تعالیٰ کی توحید اور حقائق الٰہی میں اپنے اعتقاد کے بیان میں استعارہ کے بغیر استعمال کرتے ہیں۔

۱۔ عالم۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ عالم اٹھارہ ہزار ہیں۔

Marfat.com

اہلِ فلسفہ کا خیال ہے کہ عالم دو ہیں (۱) عالم علوی (۲) عالم سفلی۔
علمائے وصول کا خیال ہے عرش سے لے کر فرش تک جو کچھ ہے وہ سب ایک عالم ہے۔ الغرض عالم مختلف اجناسِ مخلوقات کا مجموعہ ہے۔
اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام مخلوقات کو عالم کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہے ازلی اور ابدی ہے لیکن عالم فانی ہے۔

۲۔ **محدث**۔ جو وجود میں متاخر ہو یعنی پہلے موجود نہیں تھا۔ بعد میں ہوا۔

۳۔ **قدیم**۔ جو وجود میں ہمیشہ سے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں۔

۴۔ **ازل**۔ وہ مدت جس کی ابتدا نہ ہو۔

۵۔ **ابد**۔ وہ مدت جس کی انتہا نہ ہو۔

۶۔ **ذات**۔ کسی چیز کی حقیقت اور اس کے اصل سے مراد ہے۔

۷۔ **صفت**۔ جو موصوف نہ ہو سکے کیونکہ وہ قائم بخود نہیں ہوتا۔

۸۔ **اسم**۔ علامت۔ جو مسمیٰ کا غیر ہے۔

۹۔ **تسمیہ**۔ مسمیٰ کی بابت خبر دینا۔

۱۰۔ **نفی**۔ جو قابلِ نفی چیز کے عدم کا تقاضا کرے۔

۱۱۔ **اثبات**۔ جو قابلِ اثبات چیز کے وجود کا تقاضا کرے۔

۱۲۔ **شیئان**۔ وہ دو چیزیں کہ ایک کا وجود دوسری کے ہوتے ہوئے روا ہو۔

۱۳۔ **ضدان**۔ وہ دو چیزیں کہ ان میں سے ایک کا وجود دوسری کے ہوتے ہوئے روا نہ ہو۔

۱۴۔ **غیران**۔ وہ دو چیزیں جن میں سے ایک کا وجود دوسری کے فنا کے ساتھ جائز ہو۔

۱۵۔ **جوہر**۔ کسی چیز کا اصل جو بذاتِ خود قائم ہو۔

۱۶۔عرض۔ جو جوہر کے ساتھ قائم ہو یعنی قائم بذات خود نہ ہو۔
۱۷۔جسم۔ جو اجزائے پراگندہ سے مل کر بنے (وہ وجود جس میں طول۔ عرض، اور عمیق میں سے ایک چیز پائی جائے۔
۱۸۔سوال۔ کسی حقیقت کا طلب کرنا۔
۱۹۔جواب۔ سوال کے مضمون کے متعلق خبر دینا۔
۲۰۔حسن۔ جو حکم کے مطابق ہو۔
۲۱۔قبیح۔ جو امر الٰہی کے مخالف ہو۔
۲۲۔سفہ۔ امر حق کا طلب کرنا۔
۲۳۔ظلم۔ کسی چیز کو بے محل رکھنا۔
۲۴۔عدل۔ کسی چیز کو اپنے مقام پر رکھنا۔
۲۵۔ملک۔ وہ جس کے فعل پر اعتراض نہ کرسکیں۔

۱۴۔اس فصل میں صوفیہ کی ان اصطلاحات کا ذکر ہے جن کی شرح کی ضرورت ہے اور وہ صوفیا میں مروّج ہیں۔ ان اصطلاحات سے وہ معانی مراد نہیں ہیں جو اہل لغت ظاہر الفاظ سے مراد لیتے ہیں۔

۱۔خاطر۔ خاطر سے مراد وہ خیالی بات ہے جو دل میں اس طرح آئے کہ کسی دوسرے خیال کی وجہ سے جلدی زائل ہو جائے۔
۲۔واقع۔ وہ معانی مراد ہیں جو دل میں ظاہر ہوں اور باقی رہیں۔ بخلاف خاطر کے کہ طالب کو کسی حالت میں بھی اس کے دور کرنے کی قدرت نہ ہو۔
۳۔اختیار۔ اپنے اختیار پر اللہ تعالیٰ کے اختیار کو ترجیح دینا۔ یعنی خیر و شر میں اللہ تعالیٰ کی پسند کا فی سمجھنا۔
۴۔امتحان۔ اولیاء اللہ کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کرنا مراد لیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی ان کے دل پر نازل ہوتی ہیں۔
۵۔بلاء۔ بلا سے مراد اولیاء کی یہ ہے کہ جسم کو طرح طرح کی تکلیفوں۔ بیماریوں

Marfat.com

اور غموں سے آزمائش میں ڈالا جائے۔

۶۔ تحلّی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی اچھی قوم کے ساتھ صرف اقوال میں بغیر افعال کے مشابہت پیدا کی جائے۔

۷۔ تجلّی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونے والے لوگوں کے دل میں حق تعالیٰ کے انوار کا اثر انداز ہونا مراد ہے کہ اس کی وجہ سے دل حق تعالیٰ کو دیکھنے کے قابل ہو جائے۔

۸۔ تخلّی۔ ان اشغال سے منہ موڑ لینا ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔

۹۔ شرود۔ لفظی ترجمہ بھاگنا ہے۔ اصطلاح میں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں جن رکاوٹوں سے دل میں اضطرار اور بے قراری پیدا ہوتی ہے ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے بھاگنا مراد ہے۔

۱۰۔ قصود۔ اس سے مراد حقیقت کی طلب کے لئے صحیح ارادہ کرنا ہے۔

۱۱۔ اصطناع۔ اس سے صوفیہ کی مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ بندے کو اس کے تمام نصیبوں کے فنا کرنے اور اس کے نفس کی تمام لذتوں کو زائل کرنے سے مہذب کر دیتا ہے۔

۱۲۔ اصطفاء۔ اللہ تعالیٰ بندے کے دل کو اپنی معرفت کے لئے بالکل فارغ کرے تاکہ اس کی معرفت اس کے دل میں پھیل جائے۔

۱۳۔ اصطلام۔ لفظی ترجمہ جڑ سے اکھاڑنا۔ اصطلاح میں تجلیاتِ حق کا بندے کے اپنے ارادے کو کسی محبت بھری نرم آزمائش کے ذریعہ مٹانا مراد ہے۔

۱۴۔ رین۔ دل پر ایک حجاب ہوتا ہے۔ جو ایمان کے سوا کسی اور چیز سے دور نہیں ہو سکتا۔ وہ کفر اور گمراہی کا پردہ ہے۔

۱۵۔ غین۔ دل پر پردہ ہوتا ہے جو استغفار کرنے سے اٹھ جاتا ہے۔

۱۶۔ تلبیس۔ کسی چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے

Marfat.com

کو تلبیس کہتے ہیں۔

۱۷۔ شرب۔ بندگی کی شیرینی۔ بزرگی کی لذت اور محبت کی راحت کو شرب کہتے ہیں۔

۱۸۔ ذوق۔ یہ بھی شرب کی طرح ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ شرب صرف راحتوں پر استعمال ہوتا ہے مگر ذوق رنج و راحت ہر دو کا متحمل ہو سکتا ہے۔

جن حضرات کو تصوف کی جملہ اصطلاحات کے مطالعہ کا ذوق ہو وہ اپنے ذوق کی تکمیل کے لئے "سِرِ دلبراں" نامی کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کتاب میں تصوف کی تمام اصطلاحات شرح و بسط کے ساتھ درج ہیں۔

چونتیسواں باب

اس باب میں گیارہویں پردے کے کشف کا بیان ہے اس میں چودہ فصلیں ہیں جن میں سماع کے متعلق مفصل احکام اور رموز درج ہیں۔

۱۔ پہلی فصل سماع کے ثبوت میں ہے۔ حصولِ علم کے پانچ اسباب ہیں ان پانچ اسباب کو حواسِ خمسہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہر ایک حس اپنے دائرہِ عمل میں مصروف کار ہے۔

اہلِ اعتزال کا خیال ہے کہ ان پانچوں حواس میں سے ہر ایک حس کا اپنے مخصوص محل کے سوا کسی اور محل میں اطلاق اور استعمال صحیح نہیں ہے لیکن حسِ لمس سے ان کا یہ قول باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی خاص محل نہیں ہے۔

اہلِ سنت والجماعت اس دنیا میں سننے کو دیکھنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی یوں کہے کہ سننا خبر کا محل ہے اور دیکھنا نظر کا محل ہے۔ اللہ کا دیکھنا اس کا کلام سننے سے افضل ہے۔ اس لئے دیکھنا سننے سے افضل ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت میں مومنوں کے لئے دیدار الٰہی جائز ہے اور عقل سے دیدار کے جائز ہونے میں

Marfat.com

جو حجاب ہے وہ کشف سے بہتر نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ مومنوں کو دیدار دے گا اور ان کی آنکھوں پر سے حجاب اٹھا لے گا کہ خداوند تعالیٰ کو دیکھ لیں۔ پس سننا دیکھنے سے افضل ہے۔ تیرا احکام شریعت بھی سننے پر مبنی ہیں کیونکہ اگر سننا نہ ہوتا تو ان احکام کا ثبوت محال ہوتا۔

۲۔ قرآن شریف کے سننے کے بارے میں

کان کے لئے لذّت کی رو سے بہترین چیز اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جملہ مسلمانوں کو اس کے سننے کا حکم ہے۔

قرآن پاک کے معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ طبیعت اس کے پڑھنے اور سننے سے ملول نہیں ہوتی کیونکہ اس سے بڑی رقت حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ کفار بھی راتوں کو چھپ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام پاک کی تلاوت سنتے اور متعجب ہوتے تھے۔

انسانوں کے علاوہ جن بھی کلام پاک سنتے تھے۔ جنوں اور انسانوں میں سے تمام کافر بھی کلام پاک سننے کے مکلف ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، قرآن پاک ہی سُن کر مسلمان ہوئے تھے۔

۳۔ شعر کے سماع کے بارے میں

شعر کا سننا مباح ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سُنے ہیں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اشعار سنے اور کہے ہیں۔

حدیث پاک میں وارد ہے۔

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ الْحِکْمَۃً۔ (بلاشبہ بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں)

۴۔ اچھی آوازوں کے سننے کے بارے میں۔

حدیث شریف میں وارد ہے زَیِّنُوْا اَصْوَاتَکُمْ بِالْقُرْاٰنِ۔ قرآن پاک

Marfat.com

کے پڑھنے سے اپنی آوازوں کو سنوارو اور زینت دو۔

اخبار میں وارد ہے کہ بہشت میں اہلِ بہشت کو بھی سماع ہوگا۔

روح ایک لطیف چیز ہے اور آوازمیں بھی ایک قسم کی لطافت پائی جاتی ہے جب ارواح ان آوازوں کو سنتی ہیں تو جنس اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اہلِ علم نے سُریلی آوازیں نکالنے کے متعلق کتابیں تصنیف کی ہیں اور سماع الحان کو بڑی عظمت دی ہے اس فن کے آثار مزامیر (باجے وغیرہ) میں ظاہر ہیں جو انہوں نے خواہشِ نفس اور لہو لعب کو تقویت دینے کے لئے شیطان کی پیروی میں ترتیب دیئے ہیں۔

۵۔ سماع کے احکام کے بارے میں

اختلافِ طبائع کی وجہ سے سماع کے احکام بھی مختلف ہیں۔

سماع کرنے والوں کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ وہ ہے جو صرف معنی کو سنتا ہے۔

۲۔ وہ ہے جو صرف آواز کو سنتا ہے۔ معانی سے سروکار نہیں رکھتا۔

معنی حق کا سماع بھی حق ہے اگر معنی باطل ہے تو سماع بھی باطل ہے۔ جس شخص کی طبیعت میں فساد ہوتا ہے اس کا سماع بھی فساد ہوتا ہے۔

۶۔ سماع کے متعلق مشائخ کے اقوال

۱۔ ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سماع حق کا فیضان ہے جو دلوں کو حق کی طرف ابھارتا ہے۔ جس نے اسے حقیقی معنوں کے ساتھ سنا اس نے حق کی طرف راستہ پالیا۔ جس نے اس کو خواہش نفس کے ساتھ سنا بے دین ہوگیا۔

۲۔ شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سماع کا ظاہر فتنہ ہے اس کا باطن عبرت ہے اور جو اہل اشارہ ہے اور اشارہ کو پہچانتا ہے اسے عبرت کا سننا حلال ہے ورنہ اس نے فتنہ طلب کیا۔ اور مصیبت کا سامنا کیا۔

۴۔ حضرت حصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تو اس سماع کو کیا کرے گا جو منقطع ہو جائے۔ جب گانے والا رک جائے سماع کا اثر بھی جاتا رہے۔

۷۔ سماع میں صوفیاء کا اختلاف

سماع کے متعلق مشائخ میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ سماع غیبت کا آلہ ہے کیونکہ مشاہدہ میں سماع محال ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے سماع حاضری کا آلہ ہے۔ محبت کے کل کو محبوب کے کل میں مستغرق ہونا چاہئے ورنہ محبت ناقص ہو گی۔

۸ سماع میں صوفیاء کے مراتب

سماع میں صوفیوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک مرتبہ اور ایک مقام ہے جس کے مطابق وہ سماع سے ذوق اور لطف حاصل کرتا ہے۔

سماع کی مثال سورج کی ہے وہ تمام چیزوں پر چمکتا ہے۔ ہر چیز اپنے اپنے ذوق کی صلاحیت اور مرتبے کے مطابق سورج سے مستفید ہوتی ہے۔

سماع میں اہل ذوق کے تین گروہ ہیں ۱۔ مبتدی ۲۔ متوسط ۳۔ کامل۔

(کشف المحجوب۔ مختلف تراجم)

Marfat.com

باب چہارم

کشف المحجوب کے مطبوعہ غیر مطبوعہ نسخے

یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ کشف المحجوب علم شریعت اور تصوف کے اسرار غوامض کے متعلق سنگِ میل کی حیثیت رکھتی۔ اِس قابلِ قدر کتاب میں تصوف کے تمام اہم پہلوؤں پر نہایت تفصیل کے ساتھ سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے موضوع پر کشف المحجوب اپنے رنگ کی واحد بلکہ لاجواب کتاب ہے۔ جس کی اولیاءِ کرام اور صوفیاءِ عظام نے بڑی تعریف کی ہے۔ عربی زبان میں تصوف کی قدیم ترین کتاب کتاب اللمع ہے۔ اسی طرح فارسی زبان میں قدیم ترین کتاب کشف المحجوب ہے۔ اب ہم اس معرکہ اآلارا اور بلند پایہ کتاب کی مختلف اشاعتوں اور قلمی نسخوں پر مفصل روشنی ڈالتے ہیں تاکہ کتاب کی مقبولیت اور اہمیت ناظرینِ کرام پر واضح ہو۔

کشف المحجوب کے کئی ایک قلمی نسخے یا تو آجکل بالکل ناپید ہیں یا مختلف ممالک کے کتب خانوں اور عجائب گھروں کی زینت ہیں۔ بہت افسوس کا مقام ہے کہ ہمیں اپنے ذہنی افلاس اور علمی انحطاط کا کچھ اندازہ نہیں ہے۔ علم و دانش کے وہ بے بہا خزانے جن سے مسلمانوں کو فیض یاب ہونا چاہیئے تھا ہماری غیر دلچسپیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے نکل کر اغیار کے تصرف میں چلے گئے اور

Marfat.com

ہمیں اپنے نقصان کا احساس تک نہیں ہے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس ذہنی بے حسی اور اخلاقی پستی سے متاثر ہو کر ترجمانِ حقیقت علامہ محمد اقبال مرحوم نے کتابوں کے ضیاع پر درد بھرے انداز میں ماتم کیا ہے

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی

جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

خداوند کریم مسلمانوں کو عظمتِ رفتہ نصیب فرمائے تاکہ مادی اور سیاسی برتری کے ساتھ ساتھ خلاقِ آئین جہانداری بھی ہوں تو اخلاقی اعتبار سے معلّم اخلاق بھی ہوں۔

۱۔ کشف المحجوب کا قدیم ترین مطبوعہ نسخہ وہ ہے جس کا ذکر اے۔ جے آربری صاحب انگریز مستشرق نے انڈیا آفس لائبریری کی مطبوعہ کتابوں کی فہرست میں فارسی کتب کے عنوان سے کیا ہے۔ اس فہرست میں صرف یہ عبارت درج ہے :-

کشف المحجوب از ہجویری صفحات ۲۷۶ لیتھو لاہور ۱۸۷۲ء

اس اشاعت کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ برٹش میوزیم لائبریری میں بھی یہ نسخہ موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اس لائبریری کی فارسی کتب کی فہرست مرتبہ ایڈورڈز ۱۹۲۲ء میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

اس فہرست مرتبہ ایڈورڈز ۱۹۵۳ء میں ایک اور اشاعت کا ذکر موجود ہے۔ یہ نسخہ مولوی فیروز دین صاحب مرحوم مترجم کشف المحجوب کا معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ انگلستان کے شہرہ آفاق مستشرق اور محقق آر۔ اے نکلسن صاحب نے کشف المحجوب کا انگریزی زبان میں ترجمہ اسی ۱۹۵۳ء والے نسخہ سے کر کے اہل یورپ کو اس کی عظمت سے روشناس کرایا۔ اور دیباچے میں اس نسخہ کا ذکر نسخہ لاہور کے نام سے

Marfat.com

کیا ہے۔

اس انگریزی نسخہ کی ایک جلد پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ جسے ۱۹۱۱ء میں سٹیفن آسٹن اینڈ سنز لمیٹڈ ہٹفورڈ لندن نے چھاپا۔

۳۔ سمرقندی نسخہ۔ لاہور والے نسخہ کے بعد ایک نسخہ سمرقند سے شائع ہوا۔ جسے ملا سید عبد المجید مفتی بن ملا سید عبد اللہ المدرس الحنفی نے ۱۹۱۴ء بمطابق ۱۳۳۰ھ میں طبع کرا کے شائع کیا۔

سرورق پر یہ الفاظ درج ہیں:-

در مطبع گرامی حرمت مند سلیانوف بحلیہ طبع محلی گردید۔

روسی زبان میں بھی یہی الفاظ درج ہیں۔

پریس سلیانوف سمرقند کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

کتاب کے آخر میں مرزا سید عبد السلام بن سعادت پناہ کا نام بطور کاتب درج ہے۔ کتاب مکمل ہونے کی تاریخ ۱۳۳۱ھ ہے۔

ماہ شوال اعظم تمت تمام تم کے الفاظ بھی درج ہیں۔

اس نسخہ کے کل صفحات ۴۹۲ ہیں۔ یہ نسخہ آج کل بالکل نایاب ہے۔

پروفیسر ژکوؤسکی اور ڈاکٹر نکلسن ایسے معتبر محققین نے اس نسخہ کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا۔ شاید انھیں اس اشاعت کا پتہ نہ ہو۔ اس نسخہ کی ایک جلد پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور اور دوسری جلد کلکتہ میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ تیسری جلد پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہے۔ اور یہ نسخہ محقق ایل۔ ایس ڈگن کو افغانستان سے حاصل ہوا تھا۔

۴۔ سمرقندی نسخہ کے بعد لاہور سے شیخ الہی بخش محمد جلال الدین نے ۱۹۲۳ء میں ایک نسخہ شائع کیا۔

۵۔ شیخ جان محمد اللہ بخش نے ۱۹۳۱ء میں ایک نسخہ شائع کیا۔

۶۔ کشف المحجوب کا سب سے مستند نسخہ روس کے شہرۂ آفاق مستشرق والتین ژکووسکی صاحب نے کئی سال کی مسلسل محنت، تحقیق اور تجسس کے بعد ترتیب دیا۔ اور اس پر روسی زبان میں ایک دیباچہ بھی تحریر کیا۔

پروفیسر صاحب موصوف نے ۱۹۰۵ء میں کشف المحجوب کا متن مرتب کر کے شائع کیا اور کتاب کے ساتھ سات ضمیمہ جات بھی شائع کئے۔

پروفیسر صاحب موصوف ۷ ارجون ۱۹۱۸ء کو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے فوت ہو گئے۔ علمی حلقے ان کی وفات کے بعد کتاب کی اشاعت سے مایوس ہو گئے لیکن اندرونی خلفشار میں سکون پیدا ہونے اور نظم و نسق میں استحکام کی صورت میں حکومت روس نے ۱۹۲۶ء میں ایک پیش لفظ کے ساتھ جو کہ دو صفحات پر مشتمل ہے۔ روسی اور فارسی زبانوں میں چھپے ہوئے سرورق کے ساتھ یہ بلند پایہ علمی تصنیف شائع کر دی۔

سرورق کی عبارت یوں ہے :۔

Marfat.com

کتاب

کشف المحجوب

تالیف

ابوالحسن علی بن عثمان علی الجلابی الھجویری الغزنوی

بسعی و اہتمام و تصحیح

مرحوم و مغفور۔ مبرور

والنتین ژکووسکی

طبع ثانی

بانضمام فہارس سبعہ بہ حلیہ طبع متحلی گردید

و با الحاق فہرستین و مقدمہ مصحح

در مطبعہ دارالعلوم اتحاد جماہیر شوروی سوسیالیستی

در مدینہ محروسہ لینن گراد

سمت اتمام انطباع پذیرفت

سنہ ۱۹۲۶ عیسوی میلادی و سنہ ۱۳۴۴ ہجری قمری و سنہ ۱۳۰۴ ہجری شمسی

یہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

قابل مؤلف نے اپنے محققانہ دیباچہ میں کشف المحجوب کے مصنف حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان اور انداز بیان کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اپنے مرتب کردہ متن کی صحت کے دلائل بھی دیئے ہیں۔

اس روسی نسخہ کی اساس آسٹریا کے دارالحکومت وی آنا کی قومی لائبریری کے نسخہ پر ہے۔ اس کے علاوہ بھی پروفیسر مرحوم نے کئی اور قلمی نسخوں سے استفادہ کیا۔ جن کا

Marfat.com

حواشی میں ملتا ہے۔

پروفیسر مرحوم نے جن دوسرے نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

۱۔ لینن گراڈ کی یونیورسٹی میں موجود نسخہ۔ جو کہ گیارھویں صدی کے اوائل کا لکھا ہوا ہے۔

۲۔ لینن گراڈ کے مدرسہ مشرقی علوم میں بھی ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

۳۔ قلمی نسخہ جو سمرقند میں کسی نجی کتب خانہ سے دستیاب ہوا۔

۴۔ تاشقند کی پبلک لائبریری میں گیارہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ۔ جسے ای۔ بی۔ کہل نے روسی زبان میں مرتب کیا۔

۷۔ ایران میں مطبوعہ نسخہ جو کہ محمّد عباسی نے روسی پروفیسر ژکوسکی کے مطبوعہ نسخہ کو سامنے رکھ کر تہران سے اردی بہشت کے مہینے میں ۱۳۳۶ سنہ شمسی میں طبع کیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں ایک مقدمہ بھی درج ہے۔

سرورق۔ کشف المحجوب۔ موسسۂ مطبوعاتی امیر کبیر

دوسرا ورق۔ امیر کبیر تقدیم می کند

تیسرا ورق۔ کشف المحجوب

چوتھا ورق۔ کشف المحجوب

لابی الحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی الہجویری الغزنوی

از روی متن تصحیح شدہ

والنتین ژوکوفسکی

ترجمہ مقدمہ مفصّل روسی بفارسی با تحقیقات نوین راجع بہ

مصنف و آثار وے و بحث تاریخی دربارہ تجلیّات تصوّف ایرانی بانضمام

فہرست ہائے ہفت گانہ والحاق دو فہرست

Marfat.com

بقلم محمد عباسی

مندرجات	پانچواں ورق
صفحہ نہ - ہفدہ	۱۔ تجلیات
ہجدہ - سی و دو	۲۔ تحقیقات نویں راجع بہ مؤلف
سی و سہ - سی و چہار	۳۔ پیش گفتار
سی و پنج - شصت و دو	۴۔ مقدمہ مصحح
۱ - ۸ (ضمیمہ)	۵۔ فہرست
۱ - ۵۴۶	۶۔ متن کتاب
۵۴۷ - ۶۰۷	۷۔ فہارس

یہ ایرانی نسخہ بہترین سفید کاغذ پر چھپا ہوا ہے۔ حاشیہ پر مختلف حوالہ جات مندرج ہیں جنھوں نے کتاب کی افادی حیثیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ کتاب مشینی خط میں ۵۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے اختتام پر

۱۔ فہرست نامہائے اشخاص وانساب وقبائل۔

۲۔ فہرست نام ہا و جائے ہا۔

۳۔ فہرست ملل ونحل۔

۴۔ فہرست کتب۔

۵۔ فہرست شعر ہائے عربی۔

۶۔ فہرست سور وآیات قرآن۔

۷۔ فہرست احادیث۔

۸۔ فہرست اقاویل مشائخ۔

ایسی قیمتی اور پر از معلومات فہرستیں درج ہیں جنھوں نے کتاب کو نسخہ کیمیا کے

Marfat.com

مترادف قرار دے دیا ہے۔

اب ہم قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کے لئے یورپ اور ایشیا میں دستیاب ہونے والے دوسرے نسخوں کا مفصّل ذکر کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ قلمی نسخوں کے علاوہ اس وقت جن مزید قلمی نسخوں کا پتہ چلا ہے۔ ان کی تاریخ وار فہرست جو ایل۔ ایس ڈگن صاحب نے کشف المحجوب پر اپنے مقالے میں دی ہے۔ درج کی جاتی ہے۔ یہ مقالہ جنرل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے نومبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

۱۔ وی آنا میں موجودہ ایک قلمی نسخہ جو تقریباً نویں صدی ہجری ۱۵۰۰ء میں تحریر ہوا۔

۲۔ تقریباً نویں صدی ہجری کا ایک اور نسخہ جو پیرس میں موجود ہے۔

۳۔ بودلین میں لکھا ہوا ایک اور نسخہ جس پر تاریخ نوشت ۹۰۵ھ ہجری بمطابق ۱۵۰۰ء درج ہے۔

۴۔ لینن گراڈ یونیورسٹی کا تحریر شدہ نسخہ جس پر تاریخ ۱۰۱۱ھ ہجری بمطابق ۱۶۰۲ء درج ہے۔

۵۔ برٹش میوزیم کا ایک نسخہ تحریر شدہ ۱۰۱۹ھ ہجری بمطابق ۱۶۱۰ء ہے۔

۶۔ انڈیا آفس لائبریری لندن کا نسخہ نمبری ۷۷۳ تحریر شدہ ۱۰۱۹ھ بمطابق ۱۶۱۱ء ہے۔

۷۔ تاشقند پبلک لائبریری کا نسخہ تحریر شدہ ۱۰۶۴ھ ہجری بمطابق ۱۶۴۶ء ہے۔

۸۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانہ میں ۱۰۹۲ھ ہجری بمطابق ۱۶۸۱ء کا ایک عمدہ نسخہ۔

۹۔ انڈیا آفس لائبریری کا ایک دوسرا نسخہ نمبری ۷۷۴ ۱۰۹۵ھ بمطابق ۱۶۸۴ء۔

۱۰۔ برلن میں دستیاب ہونے والا نسخہ جو تقریباً سترھویں صدی عیسوی میں تحریر ہوا۔

۱۱۔ سترھویں صدی عیسوی میں لکھا ہوا ایک دوسرا نسخہ جو پیرس میں موجود ہے۔

Marfat.com

۱۲۔ اٹھارھویں صدی عیسوی میں لکھے جانے والے تین مختلف نسخے جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

۱۳۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کا ایک اور نسخہ تحریر شدہ ۱۲۴۵ھ ہجری بمطابق ۱۸۲۹ء ہے۔

۱۴۔ لینن گراڈ میں ایک دوسرا نسخہ بلا تاریخ نوشت موجود ہے۔

۱۵۔ سمرقند کا ایک بلا تاریخ نسخہ۔

۱۶۔ انڈیا آفس لائبریری لندن کے مزید تین نسخے بلا تاریخ۔

۱۷۔ ۱۲۸۸ھ ہجری بمطابق ۱۸۷۱ء کا لکھا ہوا ایک نسخہ جو ۱۲۲۲ھ ہجری بمطابق ۱۸۰۷ء میں لکھے ہوئے نسخے کی نقل ہے۔ نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی کے ذاتی کتب خانے واقع حبیب گنج میں موجود ہے۔ اس نسخہ کا ذکر ایل ایس ڈگن نے اپنے مقالے میں کیا ہے جو جنرل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے ۱۹۲۵ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

۱۸۔ علامہ سرور خاں گویا نے کابل نایاب قلمی نسخوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان میں کشف المحجوب کا بھی ذکر ہے۔ گویا صاحب کے رسالہ کی عبارت بجنسہٖ ہدیۂ قارئین ہے۔

"کشف المحجوب۔ اینک معلومات راجع بہ ہویت و حیثیت ایں کتاب را اوّلاً از تاریخ ادبیات دکتور شفق اقتباس نمودہ۔ و لعد بمعرفی ایں نسخہ می پردازیم۔ کتاب کشف المحجوب در اواسط قرن پنجم تالیف شدہ و اولین کتابی معروفی است۔ بفارسی و بلیغ در شرح آلات و عقاید و مقالات مشائخ صوفیہ۔

مؤلف آں ابوالحسن غزنوی است کہ بہ مناسبت بدو محل از جوار غزنہ واجلاب ہجویری نیز گفتہ اند۔ گذشتہ ازیں کہ ایں کتاب مہم نمونہ شیوہ نگارش قرن پنجم است۔ اقوال و حکم اخلاقی و عرفانی مہم و مفیدی ازاں نقل شدہ و نیز اشعار و جمل بار

عربی درآں آمدہ است۔

نسخہ موجودہ در سنہ ۸۲۹ ہجری نوشتہ شدہ۔ در حقیقت نزدیک ترین نسخہ زمان مؤلف آں است۔ خط کتاب بطور نیمہ عربی بسیار روشن وخوانا نوشتہ شدہ۔ کتاب مذکور بدون سرلوحہ وجدول بودہ۔ صحائف سادہ دارد۔ عدہ صفحات ۴۰۷ دہر صفحہ داری ۱۰ اسطر است۔ پشتی چرم سرخ طول ۱۱ سانتی و ۸ ملی میتر وعرض ۶ سانتی و ۷ ملی میتر است۔" (منقولہ از رسالہ مولانا شمس الدین مرحوم تاجر کتب نادرہ لاہور)

لاہور میں مطبوعہ اور قلمی نسخے

مذکورہ بالا نسخہ اے کے علاوہ اب ان نسخوں کی فہرست قارئین کرام تک پہنچائی جاتی ہے جو شیخ ہجویری کی نگری لاہور میں موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ قلمی ہیں اور کچھ مطبوعہ۔

۱۔ کشف المحجوب کا ایک نہایت پرانا بلا تاریخ نسخہ شیخ نبی بخش سجادہ نشین درگاہ حضرت شیخ ہجویری کے ذاتی کتب خانے میں موجود تھا۔ جو اُن کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے میاں محو شفی محمد کے پاس چلا گیا (اب درگاہ شیخ ہجویری محکمہ اوقاف کے زیر تحویل ہے۔ یہ نسخہ قدیم بھی اب شاید محکمہ اوقاف کے قبضہ میں ہی ہو)

۲۔ کشف المحجوب فارسی شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے بہاول پریس لاہور سے باہتمام مولوی عبدالرشید طبع کرائی۔ اس کا نسخہ پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ جس کا سرورق یہ ہے:-

(اگلے صفحہ پر)

اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْقَلِبُوْنَ مِنْ دَارِ الْفَنَاءِ اِلٰی دَارِ الْبَقَاءِ

ھُوَ الکریم

کشف المحجوب (فارسی)

تصنیف لطیف حضرت اقدس برگزیدہ زماں قطب دوراں اعلیٰ
حضرت جناب فیض مآب شیخ مخدوم علی ہجویری معروف بہ
داتا گنج بخش

ثم اللاہوری

حسب فرمائش صاحب الصدق والیقین شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین
تاجران کتب کشمیری بازار
لاہور

در مطبع بہادلی پریس واقع انار کلی لاہور باہتمام منشی عبد الرشید رونق طبع یافت

قیمت فی جلد عہ

۳- ایک قدیم قلمی نسخہ جس کے صفحہ اوّل پر کونے میں تاریخ ۱۲۶۵ سنہ ہجری ربیع الثانی روز عرس حضرت شاہ جمال شروع کتاب کشف المحجوب لاہور درج ہے۔ صفحات ۲۸۶ ہیں۔ یہ نسخہ منقش ہے۔ یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

۴- یہ قدیمی قلمی نسخہ ہے، منقش ہے۔ یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ کل صفحات ۲۶۹ ہیں۔ صفحہ اوّل پر اصل کتاب شروع ہونے سے پہلے کشف المحجوب تصنیف مخدوم علی ابن العثمان الجلابی لکھا ہے۔

آخری صفحہ پر کاتب اضعف عباد اللہ محمد امین بن شیخ عبد اللہ ——— نے بلدۃ اللاہور

Marfat.com

حفظہ اللہ تعالیٰ بہر دین دار پرہیزگار

کے بعد

ایں خاکسار مطالعہ نماید بدعا ایمان یاد دارد - والسّلام

شعبان المعظم روز شنبہ - بتاریخ - رجب المرجب ۱۱۲ھ ہجری درج ہے۔ ۱۱۲ھ کے آگے کا ہندسہ مٹا ہوا ہے (قیاس چاہتا ہے کہ ۱۱۲ھ سے مراد ۱۱۲۰ ہجری اور ۱۱۲۹ ہجری کے درمیان کا کوئی سال ہے۔ جس میں یہ نسخہ لکھا گیا ہے گویا کہ بارھویں صدی کے ربع اوّل میں لکھا گیا ہے۔ (مرتب)

۵۔ کشف المحجوب کا ایک قلمی نسخہ نہایت قدیم جس کا سن کتابت ۱۰۸۰ھ ہجری ہے۔ یہ نسخہ شہنشاہِ ہند محی الدین عالمگیر اورنگ زیب کے زمانے کا لکھا ہوا ہے۔ جو کہ پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے اور قدامت کے لحاظ سے خاصا اہم اور مفید ہے۔ پہلے اور آخری صفحات پر بائیں طرف مندرجہ ذیل نقش تحریر ہیں:۔

یا کبیکج　　　یا کبیکج　　　یا کبیکج

آخری صفحہ پر یہ عبارت درج ہے :۔

"تمام شد یوم السبت ۱۱ رمضان المبارک ۱۰۸۰ھ ہجری در بلدہ شاہجہان آباد"

۶۔ کشف المحجوب کا ایک ضخیم قلمی نسخہ صاحب زادہ میاں محمد صدیق سجادہ نشین درگاہ معلّٰے داتا گنج بخش کے ذاتی کتب خانہ میں عمدہ اور محفوظ حالت میں موجود ہے۔ جس کے صفحہ اوّل پر یہ عبارت تحریر ہے۔

قَلمِیْلاً　　　قَلمِیْلاً　　　قَلمِیْلاً　　　قَلمِیْلاً

تاریخ ماہ شوال

مندرجہ ذیل عبارت اصل متن کے آخری مضمون کے بعد شروع ہوتی ہے۔

باتمام رسید نسخہ متبرکہ کشف المحجوب

Marfat.com

تصنیف

حضرت سلطان العارفین عمدۃ الواصلین۔ سید العاشقین شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوالحسن علی بن عثمان الجلابی الہجویری رضی اللہ عنہ؛

تحریر بتاریخ یازدہم ماہ محرم الحرام ۱۲۷۷ھ ہجری من الہجرۃ المقدسۃ بدست خط فقیر خاکپائے درویشاں حضرت دریا والے رحیم بخش کاتب القرآن المشہور بگوشہ ساکن لاہور۔ محلہ سیّد نظام بخاری کوچہ کمان گراں۔ متصل موتی دروازہ کترہ (کٹڑہ) سیّد بھولا شاہ مرحوم

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زاں کہ من بندہ گنہگارم

آخر میں یہ عبارت درج ہے۔

تاریخ وصال حضرت گنج بخش ہجویری کہ قبر ایشاں در لاہور است و سردار سید السادات و بادشاہ ملک ہندوستان تاریخ وصال وی

بود ایاد جملہ ہندوستان، و تاریخ دیگر این است

۴۶۵ھ ہجری مقرب حق قرب حق بو سید

اس نسخہ پر بھی عالمگیر اورنگ زیب کے زمانے میں لکھے ہوئے نسخہ کی مانند صفحات درج نہیں ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کا یہ ہی قدیم اور مقدس نسخہ ہے۔ جس کی نقل سب سے پہلے نول کشور لکھنوی نے درگاہ پاک گنج بخش میں اپنے خاص کاتب کی وساطت سے بھجوائی تھی۔

کشف المحجوب کے اردو تراجم

۱۔ منشی نول کشور نے کشف المحجوب کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اپنے خاص کاتب کے توسط سے اردو ترجمہ درگاہ حضرت شیخ ہجویری میں پہنچایا۔

Marfat.com

۲۔ ایک ترجمہ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار۔ لاہور نے طبع کرایا۔ یہ ترجمہ ۱۳۴۶ھ ہجری بمطابق ۱۹۲۷ء میں ہوا۔ ترجمہ کا اشتہار ہدیۂ ناظرین کرام ہے۔

"تصنیف لطیف، عالم اکمل، فاضل اجل، شہباز منازل طریقت و شریعت حضرتنا حضرت مخدوم علی ہجویری ملقب بہ داتا گنج بخش ثم اللاہوری قدس سرہ العزیز یہ کتاب حاوی نکات لطیف شریعت و طریقت ہے۔ اس کتاب کا ہر ایک لفظ مربی جان اور ہر ایک نکتہ عرفان ہے۔ مقربان ملاء لعلے اسی سے تربیت پاتے ہیں۔ اور مسیحان عالم قدس اس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ یہ آئینہ شریعت ہے۔ اور لب لباب معرفت۔ میسحانِ نفسانِ روزگار اس پر جاں نثار ہیں اور صوفیانِ صفاکیش سو جان سے خریدار ہیں۔"

۳۔ ایک ترجمہ مولوی فیروزالدین صاحب مرحوم نے بیان المطلوب کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ بہت مقبول ہے۔ کاغذ عمدہ اور صفائی اعلیٰ ہے۔

۴۔ ایک ترجمہ شیخ چراغ دین سراج دین کشمیری بازار لاہور نے ظہیر المطلوب ترجمہ کشف المحجوب ۱۹۰۹ء میں شائع کیا۔ یہ ترجمہ نایاب ہے۔ اس کی کتابت جلی ہے ۴۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ترجمہ ظہیر احمد صاحب بدایونی کا ہے۔

۵۔ ایک ترجمہ محمد دین بن منشی میراں بخش مزنگوی لاہوری نے اسلامیہ سٹیم پریس لاہور سے ۱۹۱۲ء میں شائع کیا۔

۶۔ ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب لاہور نے کشف المحجوب کا ایک ترجمہ محمد حسین مناظر سے کرا کر ۱۹۵۰ء میں شائع کیا۔

۷۔ ایک ترجمہ عبدالرحمٰن طارق بی اے کا بھی ہے۔

۸۔ ایک ترجمہ میاں طفیل محمد بی اے امیر جماعت اسلامی نے شائع کیا ہے۔

۹۔ ایک ترجمہ سُنی دارالاشاعت اسلام گنج لاہور نے شائع کیا ہے۔

Marfat.com

۱۰۔ ایک ترجمہ مولانا عبدالحکیم نشتر جالندھری نے کیا ہے جو عام فہم اور با محاورہ ہے نشتر صاحب زبان کی صحت کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

(ماخوذ از رسائل مختلفہ)

اُردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی کشف المحجوب کے ترجمے ہوئے ہیں روسی اور انگریزی زبانوں میں تراجم کا ذکر گزشتہ اوراق میں آچکا ہے۔

Marfat.com

بابِ پنجم

مآخذ

اب ہم ان مآخذ کا ذکر کرتے ہیں جن سے شیخ ہجویری مصنف کشف المحجوب کے حالات زندگی اخذ کئے گئے ہیں۔ تاکہ قارئین حالات کی صحت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

سفینۃ الاولیاء یہ کتاب شہزادہ داراشکوہ بن سلطان شہاب الدین شاہ جہان کی تصنیف ہے۔ نول کشور پریس میں ۱۸۷۲ء میں طبع ہوئی۔ موجودہ زمانے کے اکثر تذکرہ نگاروں کا ماخذ یہی کتاب ہے۔ کتاب شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے کوئی چھ سو برس بعد لکھی گئی۔ مؤلف نے صراحت کردی ہے کہ میں نے معتبر کتابوں سے کافی تحقیق اور تفحص کے بعد بزرگان سلف کے حالات جمع کئے ہیں۔ داراشکوہ کو چونکہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء سے ارادت تھی۔ اسی نسبت کی وجہ سے اسے اہل اللہ سے مزید وابستگی ہوئی۔

شیخ ہجویری۔ ان کی کنیت ابوالحسن والد کا نام عثمان بن ابو علی جلابی الغزنوی ہے صاحبِ صحو تھے۔ چنانچہ اس ضمن میں فرماتے ہیں۔ میرے پیر کا مشرب جنیدی تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ سکر بچوں کے کھیل کا میدان ہے اور صحو مردوں کے جان دینے کی جگہ ہے اور میں جو کہ علی بن عثمان جلابی ہوں۔ اپنے پیر کے قول کے مطابق یہی عقیدہ رکھتا ہوں کہ صاحبِ سکر کی انتہائی ترقی صحو ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے صحو کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ رویت (حضوری) سے محروم رہے۔ یہ بشریت کی بات ہے۔ صاحبِ صحو کا کسی خرابی میں پڑ جانا بھی سکر سے بہرحال بہتر ہے۔ کیونکہ سکر تو عین خرابی ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

۲۔ **ثمرات القدس** تالیف لعل بیگ بدخشی شہزادہ مراد ابن اکبر بادشاہ یہ تذکرہ سفینۃ الاولیاء سے ساٹھ سال پہلے لکھا گیا ہے۔ موئف کوئی نامور آدمی نہیں ہے لیکن اس نے کافی محنت اور تلاش سے ضخیم تذکرۂ اولیاء مرتب کیا۔ تذکرہ کا آغاز حضرت ہجویری کے ترجمہ سے ہوتا ہے اور سب سے مفصل حال انہی کا ہے۔ اس کا خاص ماخذ نفحات الانس ہے۔

کشف المحجوب سے چند ایک اقتباسات لئے ہیں :

درود لاہور میں حسین زنجانی پیر بھائی کے مرنے کی روائیت فوائد الفواد سے نقل کی ہے۔ اس تذکرے میں شیخ ہجویری کی وفات کے متعلق دو عجیب روایتیں درج ہیں۔

۱۔ حضرت مختلف علوم و فنون میں متبحر ہونے کے باوجود بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ جن کی تعداد چالیس تھی۔ تجربے سے باہر ان کی تدریس ہوتی تھی۔ ایک دو مرتبہ ان بچوں کی شوخی سے حضرت بڑے بیزار ہوئے، بچے تاکید کرنے پر بھی شرارت سے باز نہ آئے۔ ان کے حق میں بددعا کی۔ وہ سب مر گئے۔ حضرت کو بہت رنج ہوا۔ خداوند کریم سے دعا کی کہ مجھے بھی اس دنیا سے اٹھا لے۔ میں اپنے شاگردوں کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے بچوں سے جا ملے۔ موئلف ثمرات القدس لکھتا ہے کہ حضرت کا انتقال لاہور میں ہوا۔ ان کی قبر بھی یہیں ہے۔ قبر کے اردگرد ان مرنے والے بچوں کی قبریں نمایاں ہیں۔

دارا شکوہ نے ان قبروں کو ہرگز نہیں دیکھا اور نہ ہی کوئی ایسی روائیت سُنی

۲۔ اس سے بھی زیادہ عجیب اور نئی روایت موئلف ثمرات القدس نے یوں بیان کی ہے :-

"و نیز از ثقات آں دیار نوع دیگر وفات خدمتش استماع افتادہ کہ می گویند کہ روز خدمت رحمۃ اللہ علیہ از دروازہ دہلی قلعہ بجانب صحرا می رفت۔ از پیش مردے مست طافح باشمشیر برہنہ پیدا گردید و خدمت وے را آں زد کہ سرش بدر افتاد۔ وے سر خود را گرفتہ

بر جائے کہ اکنوں قبر متبرک اوست ۔ از پا در آمد ۔ خلائق گرد آمدہ بقبر شس کردند رحمۃ اللہ علیہ۔" (مخطوطہ ثمرات القدس)

روائیت عقلاً نقلاً بعید از قیاس ہے۔ حضرت شیخ ہجویری کے اس طرح شہید ہونے کی خبر کسی اور جگہ دیکھنے سننے میں نہیں آئی۔

۳۔ **آئین اکبری** مصنف علام ابوالفضل بن شیخ مبارک ناگوری ہے۔ کتاب معلومات کا خزینہ ہے اور مصنف کے فضل و ذہانت کا آئینہ ہے۔ کتاب میں اڑتالیس مشائخ کے حالات درج ہیں۔ صوفیہ کے بارہ گروہوں کی تقسیم کشف المحجوب سے ماخوذ ہے۔

شیخ ہجویری کے متعلق صرف تین سطریں درج ہیں۔ حضرت شیخ کا مدفن لاہور بتایا ہے۔

۴۔ **نفحات الانس** یہ تذکرہ مُلا نورالدین عبدالرحمٰن جامی کی تصنیف ہے اور شیخ ہجویری کے حالات کا سب سے زیادہ مقبول ماخذ ہے۔ اس کی بنیاد خواجہ عبداللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ کے طبقات صوفیہ پر ہے۔ انھوں نے عربی زبان کا ترجمہ ہروی فارسی میں کیا۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ مقامی زبان چار سو سال گزر جانے پر عسیر الفہم ہو گئی۔ انھوں نے کتاب کا ترجمہ معیاری فارسی زبان میں کیا اور بزرگانِ مابعد کے حالات اس میں شامل کر دیئے۔ حضرت عبداللہ انصاری، شیخ ہجویری کے ہم عصر تھے اور شیخ ہجویری انہیں پیر کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

نفحات الانس میں شیخ ہجویری کے سِنین ولادت و وفات کی کوئی تصریح نہیں ہے۔

۱۔ محمد بن علی ترمذی ۲۔ شیخ فرخ اخی زنجانی ۳۔ ابوالفضل بن الحسین سرخسی ۴۔ ابو علی دقاق ۵۔ ابوالقاسم گرگانی ۶۔ ابوالقاسم عبدالکریم قشیری ۷۔ ابوالعباس اشقانی وغیرہم کے تراجم کشف المحجوب سے ماخوذ ہیں۔

٭ ٭ ٭

Marfat.com

۵۔ **خزینۃ الاصفیا** تالیف مفتی غلام سرور لاہوری۔ مطبوعہ ۱۲۸۱ھ ہجری کے اندراجات میں شیخ ہجویری کے حالات نفحات الانس سے ماخوذ ہیں۔ ورود لاہور کی حکایت اور حسین زنجانی کی وفات فوائد الفواد سے نقل کی ہے۔

۶۔ **ترجمہ پروفیسر نکلسن** کشف المحجوب کا ترجمہ یورپ میں شائع کیا۔ اس کا خاص ماخذ نفحات الانس ہے۔

۷۔ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور نے ۱۹۲۳ء مطابق ۱۳۴۲ھ ہجری میں بہ تصحیح مولانا احمد علی صاحب استاد اسلامیہ کالج لاہور و خطیب مسجد شاہی لاہور کشف المحجوب کو طبع کیا۔ مصحح نے حواشی میں عربی کلمات و لغات کے معنی اور بعض بزرگوں کے حالات کا اضافہ کیا ہے حاشیہ میں ہی مصنف کا شجرہ طریقت منظوم درج ہے۔ تتمہ از کوائف علی بن عثمان الہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش کے عنوان سے فارسی میں حالات درج کئے ہیں۔

خراسان اور دوسرے ممالک کی سیر کے بعد پیر کے حکم سے ہندوستان تشریف لائے اس بارے میں دو رائیں ہیں۔

۱۔ سلطان مسعود بن محمود غازی کی سپاہ کے ساتھ آئے۔

۲۔ صرف دو رفیقوں کے ساتھ تشریف لائے جن کے نام شیخ احمد حمادی سرخسیؒ اور ابو سعید ہجویریؒ ہیں۔

لاہور میں ورود۔ سلطان مسعود کی حکومت کے آخری سال ۴۳۱ھ ہجری میں تشریف لائے مندرجہ ذیل واقعات مختصر طور پر درج ہیں:۔

۱۔ ورودِ لاہور کے زمانہ میں خواجہ حسین زنجانی کا وفات پانا۔

۲۔ رائے راجو کا تبلیغ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہونا اور شیخ الہند کہلانا۔

۳۔ ۴۶۵ھ ہجری میں انتقال فرمانا۔

۴۔ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ۵۸۰ھ ہجری میں چلہ کش ہونا۔

Marfat.com

۵۔ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کا ۶۔۔ھ ہجری میں مزار پر حاضر ہونا۔ اور فیوضِ روحانی سے مستفیض ہونا۔

بعض واقعات تاریخی شواہد کے خلاف ہیں۔

۸۔ **ظہیر المطلوب** ترجمہ کشف المحجوب ہے اور شاہ ظہیر احمد صاحب بدایونی نے کیا ۱۹۰۹ء میں لاہور سے شائع کیا۔ اس ترجمہ کے مقدمہ میں بعض مورخین کا قول نقل کیا گیا ہے کہ شیخ ہجویریؒ کی ولادت باسعادت ۴۰۰ھ ہجری میں ہوئی۔ مترجم نے کسی مورخ کا نام نہیں لیا۔

۹۔ **تصوّفِ اسلام** مولوی عبدالماجد صاحب بی اے دریابادی نے اپنی مفید کتاب تصوّفِ اسلام مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۴۳ھ ہجری میں ایک مقالہ شیخ ہجویریؒ اور کشف المحجوب پر تحریر کیا ہے۔ سوانحی حالات مذکورہ فارسی مآخذ سے لئے گئے ہیں۔

۱۰۔ **فوائد الفواد** سلطان المشائخ سلطان نظام الدین اولیاءؒ کے پاکیزہ ملفوظات ہیں یہ تذکرہ کی کتاب نہیں ہے۔ جابجا بزرگانِ سلف کی تمثیلات اور پند و نصائح کو دل نشین انداز میں پیش کیا ہے۔

شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر دو جگہ پر آتا ہے۔

یہ مجموعہ ملفوظات شیخ ہجویری کی وفات سے کوئی ڈھائی سو سال بعد تالیف ہوا سلطان المشائخ کے دادا اور نانا دونوں لاہور رہے۔ بعد میں بدایوں چلے گئے۔ بزرگان لاہور کی زبانی سُنی سنائی باتیں انھوں نے اپنے بیٹوں۔ پوتوں اور نواسوں کو سنائی ہوں گی۔ سلطان المشائخ نے اپنی روائیت کے رواۃ نہیں بتائے۔ خواجہ حسین زنجانی کی وفات کا قصہ فوائد الفواد سے ہی ماخوذ ہے۔ فوائد الفواد مقبولِ عام ہونے کی وجہ سے الحاقات سے محفوظ نہیں رہی یہ عبارت ثمرات القدس میں بھی مرقوم ہے۔ اس کے سوا اور کسی تذکرہ میں نظر نہیں آئی۔ محلِ نظر ہے۔ ہم پچھلے اوراق میں خواجہ حسین زنجانی کے متعلق مفصّل بیان کر چکے ہیں کشف

Marfat.com

المحجوب میں کئی معاصرین کا ذکر ہے۔ لیکن خواجہ حسین زنجانی کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ آذربائیجان کے ایک بزرگ شیخ شفیق فرخ معروف بہ اخی زنجانی کا ذکر محبت اور عقیدت سے کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خواجہ حسین زنجانی چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں یعنی شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی ڈیڑھ سو برس بعد کے بزرگ ہیں۔

آزاد بلگرامی نے شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ایک اور صاحب فخر الدین زنجانی جو کہ سعد الدین حموی کے استاد تھے۔ کی قبر کا حوالہ لاہور میں دیا ہے۔ انھوں نے بھی پیر بھائی خواجہ حسین زنجانی اور ورودِ لاہور کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔

یہ قصہ تحقیقاتِ چشتی میں درج ہے۔ معتقدین اور مجاوروں کی زبان پر جاری ہے۔

(ماثر لاہور)

Marfat.com

باب ششم

حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاداتِ عالیہ

۱۔ خداوند تعالیٰ کی معرفت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خدا کے خاص بندے بڑی مشکل کے ساتھ اس وادی کو طے کرتے ہیں۔

۲۔ صراطِ مستقیم پر چلنے والے حق پسندوں کے لئے اولین مقام توبہ یعنی رجوع الی اللہ ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ دل زندہ ہو اور ماسوی اللہ سے نفرت کرنے لگے۔

۴۔ ہر شخص کی قدر و قیمت کا معیار معرفت الٰہی ہے۔ یعنی معرفت الٰہی کے بغیر انسان کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔

۵۔ غافلین کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ ان کی نظر اپنے محبوب پر نہیں ہوتی۔

۶۔ انسان کی نجات دین کی اطاعت میں ہے اور اس کی تباہی اس کی خلاف ورزی میں ہے۔

۷۔ عمل علم کا محتاج ہے اور علم عمل کا حاجت مند۔

۸۔ ہر کام کی ابتدا میں نیت کر لینا اس کام کا حق ادا کرنا ہے۔

۹۔ جس کام میں نفسانی خواہش آ جائے اس سے برکت جاتی رہتی ہے۔

۱۰۔ جب کسی انسان کا نفس شریعت کا تابع ہو جاتا ہے تو کھانا پینا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

۱۱۔ نفس کی خواہشات پر قابو پانا جنت کی کنجی ہے۔ جتنا نفس شریعت کا تابع ہوتا ہے۔ اسی قدر عبادت آسان ہوتی ہے۔

Marfat.com

۱۲۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ طالبانِ حق خواہ بلندی ہوں یا منتہی۔ اس کے ذریعہ فلاح کا راستہ پاتے ہیں۔ اس کے مقامات بھی اسی کے ذریعے کھلتے ہیں۔

۱۳۔ روزہ باطنی عبادت ہے۔ ظاہر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس سے واقف نہیں ہوتا۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ میں خود روزے کی جزا ہوں۔

۱۴۔ زکوٰۃ دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ہے۔ جسم کے ہر عضو پر زکوٰۃ واجب ہے جسم کے تمام اعضاء کو عبادت الٰہی میں مصروف رکھنا چاہیے تاکہ زکوٰۃ کا حق ادا ہو۔

۱۵۔ صحت۔ عقل۔ بلوغ۔ اسلام اور استطاعت کی صورت میں ہم پر بیت اللہ شریف کا حج بھی فرض ہے۔ اہل تحقیق کے لئے مکہ مکرمہ کے راستے میں ہر قدم پر ایک نشانِ قدرت ظاہر ہے۔

۱۶۔ جس کے دل میں خداوند تعالےٰ کی محبت ہو۔ وہ اگر لوگوں سے میل جول بھی رکھے تو اس سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

۱۷۔ محبت حال ہے۔ حال کبھی قال نہیں ہوتا۔ یعنی اگر کوئی زبردستی محبت کرنا چاہیے تو یہ چیز ناممکن ہے۔

۱۸۔ اتنا علم سیکھنا اور پڑھنا ضروری ہے۔ جس سے اعمال درست رہ سکیں۔

۱۹۔ علم خواہ کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو۔ اس کے ساتھ عمل بہت زیادہ ہونا چاہیے۔

۲۰۔ محبت کی تاثیر تمام عادتوں کو بدل دیتی ہے۔ بروں کو چاہیے۔ کہ وہ نیکوں کی صحبت اختیار کریں۔

۲۱۔ غور و فکر اور تدبر سے دل میں پاکیزگی آتی ہے اور عبادت کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔

۲۲۔ آدمی جن کی صحبت میں رہتا ہے۔ اس پر ان کی عادات اور ان کے اطوار کا عکس

پڑ جاتا ہے۔

۲۳۔ نافرمانی میں نافرمان کو ایک گھڑی بھر کے لئے خوشی ہوتی ہے اور فرمانبرداری سے دائمی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

۲۴۔ جو شخص نگاہِ عبرت سے اس جہان کو دیکھتا ہے۔ اسے یہ جہان عجائب خانہ معلوم ہوتا ہے۔

۲۵۔ جب طمع سے چھٹکارہ مل جاتا ہے تو پھر ذلت بھی عزت بن جاتی ہے۔

۲۶۔ محبّ اپنے تمام اوصاف کو محبوب کی محبت پر قربان کر دیتا ہے گویا محبوب باقی رہتا ہے اور محبّ فنا ہو جاتا ہے۔

۲۷۔ جو خداوند تعالےٰ کے دوست ہیں وہ اس کے احکام کے اتباع سے بے نیازی نہیں برتتے۔ احکام کے ادا کرنے میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کا ان پر اثر نہیں پڑتا۔

۲۸۔ جب بندہ یہ جان لے کہ اس پر اللہ تعالےٰ کے بے اندازہ احسانات ہیں۔ تو اسے شکر گزار ہونا چاہیے۔

۲۹۔ نفس کی مخالفت تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے۔

۳۰۔ میرا مقصد کشف المحجوب کی تصنیف سے یہ ہے کہ جس کسی کے پاس یہ کتاب ہو اسے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ رہے۔

(اخبار جنگ)

Marfat.com

باب ہفتم

تصوّف (ضمیمہ)

تصوّف سے کیا مراد ہے: ۔ اہل تصوّف کے حالاتِ زندگی لکھنے وقت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تصوّف کے متعلق مفصل گفتگو کی جائے۔ تاکہ قارئین پر یہ بات واضح ہو جائے کہ تصوّف اور اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تصوف کی تعریف مختلف حضرات کے نزدیک مختلف پہلوؤں کے پیشِ نظر مختلف ہے۔

۱۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل تصوّف سے مراد وہ لوگ ہیں جو صوف (اون) کے کپڑے پہنتے ہیں۔

۲۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ صوفی حضرات سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو اصحاب صفہ کے مشرب پر ہوں۔

اصحاب صفہ سے مراد صحابہ کرام کی وہ جماعت تھی جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ہمیشہ رہا کرتی تھی۔ یہ لوگ تعداد میں ستر، اسّی کے قریب تھے۔ لیکن ان کی تعداد میں کمی اور بیشی ہوتی رہتی تھی۔ یہ اصحاب علم دین حاصل کرتے تھے۔ اخلاق حسنہ اخذ کرتے تھے۔ مشکوٰۃ نبوّت سے اقتباسِ انوار کرتے تھے۔ دنیا سے بے تعلق، مفلس ونادار تھے گھر نہ در۔ فقر وفاقہ پر قانع رہتے تھے۔ متوکلانہ بسر اوقات ان کا شیوہ تھا۔ اغنیاء ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔

اصحاب صفہ کے متعلق وضاحت کے بعد آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صوفی حضرات

Marfat.com

کا کیا مشرب تھا۔ اور ان کی طرز بود و ماند کیا تھی۔

۳۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اسم صوفی "صفا" سے مشتق ہے اور صوفی اہل صفا سے ہوتے ہیں۔

۴۔ حضرت ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بیکار چیزوں کا ترک کرنا تصوف ہے۔

۵۔ حضرت ابو علی احمد بن محمدؒ رودباری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اون کا لباس پہننا۔ نفس پر جفا کرنا۔ دنیا ترک کرنا اور سنت کی پیروی کرنا تصوف ہے۔

۶۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالےٰ کا قول ہے کہ کم کھانا۔ خلق سے بھاگنا اور خالق کی عبادت کر تصوف ہے۔

۷۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ تمام تکالیف کو من جانب اللہ سمجھ کر صبر کرنا اور ماسویٰ کو ترک کرنا تصوف ہے۔

۸۔ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے کہ صوفی وہ آدمی ہے جو ایسی نصیحت کرے جس پر خود عامل ہو۔

انؒ کا یہ بھی قول ہے کہ صوفی وہ ہے جس نے تمام چیزوں کو ترک کر کے اللہ تعالےٰ کو اختیار کر لیا ہو اور اللہ تعالےٰ اسے دوست رکھتے ہوں۔

۹۔ حضرت بشر حافیؒ کا قول ہے کہ جو شخص خداوند کریم کے ساتھ دل صاف رکھے، اسی کو صوفی کہتے ہیں ؎

صاف شو با حق نہاں و آشکار

صوفیاں صاف را ایں است کار

۱۰۔ حضرت ابو محمد مرتعش رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ حسن خلق کا نام تصوف ہے۔

۱۱۔ حضرت معروف کرخیؒ کا قول ہے کہ حقائق کا اعتبار۔ دقائق کا بیان کرنا اور خلق سے ناامید ہونا تصوف ہے۔

۱۲۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ کا قول ہے کہ درگاہِ الٰہی میں بے غم زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے

Marfat.com

۱۳۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ تصوّف اصطفاء سے مشتق ہے۔ یعنی جو برگزیدہ ہو وہی صوفی ہے۔

ان کا دوسرا قول ہے کہ صوفی وہ ہے کہ جس میں ابراہیم علیہ السلام کی خلّت اسماعیل علیہ السلام کی تسلیم۔ داؤد علیہ السلام کا اندوہ۔ ایوب علیہ السلام کا صبر موسیٰ علیہ السلام کا شوق اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاص ہو۔

ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا ہے کہ ماسوی اللہ کو ترک کرنا اور خود فنا ہو جانا تصوّف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوّف کی اصل احسان ہے۔ جس سے مراد صدق توجہ الی اللہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف یوں فرمائی ہے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

یہ کہ تو اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کر کہ تو اسے دیکھتا ہے۔ اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا۔ پس تحقیق وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔

وہ تمام علوم۔ اعمال اور احوال جو رجوع الی اللہ کے لئے ضروری ہیں یا مفید ہیں۔ تصوّف کے تحت میں آتے ہیں اور تصوف کی تمام حقیقتیں اسی اصل کی طرف راجع ہیں۔ جسے اصطلاحِ شریعت میں احسان کہتے ہیں۔

دِل کو ماسوی اللہ سے پاک رکھنا اور محبوب حقیقی سے علاوہ کسی کا اپنے دل میں گزر نہ ہونے دینا جملہ کمالات ظاہری اور باطنی کی اصل ہے۔ جب محبوب حقیقی اپنے بندے کے خانۂ دل میں آباد ہو جاتا ہے تو محبوب کے سارے خزانے، جاہ و جلال۔ قدرت وعظمت غرضیکہ وہ سب کچھ جو محبوب حقیقی کا ہوتا ہے۔ بندے کے دل میں اُتر آتا ہے۔ تو بندہ اپنی ذات و صفات سے فنا ہو کر حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے زندہ اور باقی ہو جاتا ہے۔

بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ تصوّف اس زینہ کا نام ہے جس پر چڑھ کر انسان جملہ

کمالات صوری و معنوی کی معراج پر سرفراز ہو جاتا ہے اور اس دنیا میں حیات مستعار لے کر اپنے
آنے کے مقصد کو کما حقہٗ پورا کرتا ہے۔

احکامِ الٰہی کے بغیر عمل ممکن نہیں ہے اور عمل کے بغیر علم بے سود ہے۔ چنانچہ حدیث
نبوی میں وارد ہے۔

اَلْعِلْمُ بِدُوْنِ الْعَمَلِ وَبَالٌ وَالْعَمَلُ بِدُوْنِ الْعِلْمِ ضَلَالٌ

علم عمل کے بغیر وبال ہے اور عمل علم کے بغیر گمراہی ہے

ایک دوسرے مقام پر حدیث پاک میں وارد ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ

اے اللہ تعالیٰ میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

علم و عمل دونوں احسان کے بغیر ناقص ہیں۔ جب تک صدق توجہ نہ ہو گی عمل سے کوئی
فائدہ حاصل نہ ہو گا اور جب تک عمل سود مند کا ارتکاب نہ ہو گا علم کا مقصد حاصل نہ ہو گا۔ اس
لئے علم و عمل سے احسان کا وہی تعلق ہے جو جان کا جسم سے ہوتا ہے۔

احسان کے متعلق حضرت عبدالحق محدث دہلوی مرحوم فرماتے ہیں :۔

"اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔ احسان عبادت کردن ست خدای
تعالے را چنانکہ گویا می بینی اورا و شک نیست کہ کسے را کہ ایں حال باشد در نہایت
ہیبت و تعظیم و اجلال و خضوع و خشوع و حیا و شوق و ذوق و محبت و انجذاب
خواہد بود۔ و ایں مقام مشاہدہ است و استغراق در دریائے حضور و فرو تر ازاں مرتبہ
مراقبہ است کہ آگاہ بودن است از نظر الٰہی و علم وے تعالیٰ بحال بندہ چنانکہ
فرمود فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ پس اگر نیستی تو بایں حال کہ
گویا می بینی اورا عبادت کن۔ اورا بایں صفت کہ حاضر باشی از ینکہ می بیند
وے ترا۔ دریں صورت نیز خوف و خشیت و احتیاط در حرکات و سکنات و

حالی خواهد بود چنانکه در حضرت پادشاہے کہ حافظ و رقیب و مشاہد احوال او ست استادہ باشد مجال بتقیدی و ترک ادب بروئے تنگ گردد و آنکہ باوجود آں ناظر و مشاہد جمال بادشاہ بود۔ او را حال دیگر و حضوری و لذتے دیگر باشد کہ فوق آں متصور نبود و قول سید عابداں و امام عارفاں صلی اللہ علیہ وسلم وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ در مقام اوّل است۔ و بالاتر و کامل تر از مقامات تمامہ عابداں است ثُمَّ فَثُمَّ و بالجملہ در طاعت و عبادت سہ مرتبہ است۔ یکی آنکہ ہماں قدر کہ برائے ذمہ کند۔ ازادائے واجب۔ چنانکہ قضا واجب نگردد و دیگر آنکہ احکام و ارکان و شرائط و آداب آں را بجا آرد۔ کہ موجب حصول رضا و ترتیب ثواب جزیل گردد۔ و باطن از ذوق عبادت و بندگی ممتلی شود۔ و بالاتر از ہمہ آنست کہ در مشاہدہ معبود و حضور ذات اقدس وے مستغرق باشد و در نماز کہ افضل عبادات و اکمل قربات ست۔ محاذاتے معنوی بقدس ذات الٰہی تعالیٰ شانہٗ حاصل است کہ باطن بنورانیت آں متنور می گردد کہ کیفیت آں جز بذوق نتواں یافت۔

احسانہ اشارت باصل تصوّف کہ عبارت از صدق توجہ الی اللہ است و جمیع معانی تصوّف کہ مشائخ طریقت بآں اشارت کردہ اند۔ راجع بہ ہمیں معنی است و تصوف و کلام لازم یک دیگر اند۔ کہ ہیچ یکے بے دیگرے تمام نہ پذیرد۔ چراکہ کلام بے تصوف و تصوف بے فقہ صورت نہ بندد۔ زیراکہ حکم بے فقہ شناختہ نشود۔ و فقہ بے تصوف تمام نشود۔ زیراکہ عمل بے صدق توجہ تمامی نہ پذیرد۔ و ہر دو بے ایمان صحیح نہ گردد۔ برمثال روح و جسد کہ ہیچ کدام بے دیگرے وجود نگیرد و کمال نہ پذیرد۔ و ازیں جا فرمود امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّہْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّہَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ

Marfat.com

بَیْنَھُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ (یعنی جس نے تصوّف اختیار کیا اور علم سے بے بہرہ رہا وہ زندیق (بے دین) ہوا اور جس نے علم دین حاصل کیا مگر تصوّف اختیار نہیں کیا وہ بدکار ہوا۔ اور جس نے دونوں کو اکٹھا حاصل کیا اس نے تحقیق سے کام لیا)۔

اسم صوفی :۔ آغاز اسلام میں یہ گروہ دوسرے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ مرورِ ایام کے ساتھ رفتہ رفتہ اس گروہ کے مسلک کا نام تصوّف پڑ گیا۔ اور یہ گروہ، گروہ صوفیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس گروہ کے متقدمین اپنے آپ کو پہلے مسلمان سمجھتے تھے۔ پھر صوفی۔ وہ تصوّف کو اسلام کے مقابل میں ایک جداگانہ مسلک کی حیثیت سے نہیں لاتے تھے۔ بلکہ اصولِ اسلام کے تحت اس کی پاکیزہ ترین صورت کو تصوّف کہتے تھے۔ وہ اسلام کو تصوّف پر مقدم رکھتے تھے۔ تصوّف کو محض اس لئے عزیز و محبوب رکھتے تھے کہ وہ ان کی نظر میں اسلام کی خالص ترین اور پاکیزہ ترین شکل تھی۔

اسم صوفی جس بات پر دلالت کرتا ہے وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی رائج تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان سعادت اقتران میں نہ کسی کو صوفی کہتے تھے نہ عالم نہ قاری اور فقیہہ نہ مفسر اور محدث۔

اس زمانہ بابرکت کی بڑی صفت یہی تھی کہ حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی صحبت حاصل ہو۔ جسے یہ صحبت نصیب ہوئی وہ صحابی کہلایا۔ اور یہی وہ بڑا وصف ہے جس سے اس دور کے لوگ ممتاز تھے۔ اور اسی نام سے پکارے جاتے تھے۔

بعد کے دور میں سب سے بڑی خوبی یہ ٹھہری کہ صحابہ کرام کی صحبت نصیب ہو چنانچہ اس دور کے لوگوں کا نام تابعی ہوا۔ اس کے بعد کے دور میں بڑی صفت اور خوبی یہ ہوئی کہ تابعین کی صحبت نصیب ہو۔ چنانچہ ان کا نام تبع تابعین ہوا۔

حدیث پاک میں وارد ہے :۔

Marfat.com

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (سب سے بہتر میرا دور ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہیں)

الغرض تینوں زمانوں کے بعد جب اسلام دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا اور فتنوں کا بھی دور شروع ہوا۔ بدعات بھی پھیلنے لگیں تو اہل حق کے گروہ نے اپنے آپ کو لفظ صوفی سے ممتاز کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری باطنی پیروی میں اپنے آپ کو مستحکم اور مضبوط رکھا اور بلا خوف لومتہ لائم دین کی خدمت اور تبلیغ میں منہمک رہے۔ لفظ صوفی دوسری صدی ہجری سے قبل مشہور ہو چکا تھا۔ حضرت ابو سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو ہم دقائق ریا کو نہ پہچانتے۔

غلط فہمی کا ازالہ: بعض کج اندیش اور سہل انگار لوگ جو علم وعمل سے کلیتہً عاری ہوتے ہیں۔ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تصوف اسلام سے جداگانہ چیز ہے۔ جسے قرآنی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تصوف کلیتہً اسلام ہے۔ اسلام کی روح ہے۔ اسلام کا حسن وجمال ہے۔ اسلام کا کمال ہے۔ تصوف کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ کتاب و سنت پر انتہائی کوشش سے عمل کیا جائے۔ طاعات و عبادات کو مقصودِ حیات سمجھا جائے قلب کو ماسوی اللہ کی محبت اور تعلق سے الگ رکھا جائے۔ نفس کو خشیتِ الٰہی سے مغلوب کیا جائے اور معاملات کی صفائی اور تزکیہ باطن میں جد و سعی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔

تصوف: قرآن پاک کی روشنی میں تصوف اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (زمر) (یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص عبادت ہے) کی تفسیر ہے۔ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (انشقاق) (خوب محنت کر کہ تو اپنے پالنے والے کو ملنے والا ہے) کی تصدیق ہے۔ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ مزمل (ہر طرف سے منقطع ہو کر اس کی یعنی اللہ کی طرف ہو جا) کی تعمیل ہے۔ صوفی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ الشمس (تحقیق اس شخص نے فلاح پائی جس نے

Marfat.com

سے اپنے نفس کا تزکیہ کیا) سے حوصلہ افزائی پاتا ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (النازعات) (اور جو شخص اس بات سے ڈرا کہ اس نے ایک دن اپنے ربّ کے آگے کھڑا ہونا ہے اور اس خوف کی وجہ سے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا۔ پس تحقیق اس کے رہنے کی جگہ جنت ہو گی) سے متاثر ہو کر خواہشات نفسانی کی گردن پر مجاہدہ کی چھری پھیرتا ہے۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (فجر) (اے نفس مطمئنہ اپنے ربّ کی طرف چلا آ۔ کیونکہ تو اس سے خوش ہے اور وہ تجھ سے خوش ہے۔ پس تو میرے خالص بندوں میں داخل ہو جا) کی بشارت سے از خود رفتہ ہو کر آگے بڑھتا ہے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ انعام (یقیناً میری نماز۔ میری قربانیاں۔ میرا مرنا میرا جینا۔ اللہ پروردگار عالم کے لئے ہے) کے آب حیات میں غوطہ لگاتا ہے۔ اور صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ (انفال)

(ایمان والے لوگ صرف وہی ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں وہ لوگ ہیں جو حق کے ساتھ ایمان لائے۔ ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے پاس ان کے لئے بخشش اور باکرامت رزق ہے)

Marfat.com

اسی مقبول اور متبرک گروہ کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (المسلم)

بہت سے پریشان بالوں والے اور غبار آلودہ چہروں والے (اپنی ظاہری خستہ حالی کی وجہ سے یا محبت الٰہی میں سرشاری سے) دروازوں سے ہنکائے جاتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس درجہ برگزیدہ اور مقبول ہوتے ہیں) کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں تو بلاشبہ اللہ ان کی قسم کو سچا کر دے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ہے:-

مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ ۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔

(میری طرف اس لئے وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں بلکہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح بیان کروں۔ اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤں۔ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب کی عبادت کریں۔ یہاں تک آپ کو موت نہ آجائے۔

انکارِ تصوف

محدثین اور متکلمین کی ایک ایسی جماعت گزری ہے جس نے ایک عرصے تک گروہ صوفیہ سے اختلاف رکھا۔ اللہ تعالےٰ نے جب ان لوگوں کو ہدایت دی اور بصیرت عطا فرمائی تو وہ اپنی سابقہ روش سے تائب ہوگئے اور صوفیائے کرام کی طرف رجوع کیا۔ بعض نے تو اس رجوع کو ظاہر کیا اور بعض نے مصلحت کی وجہ سے پوشیدہ رکھا۔ اسی وجہ سے صوفیہ

Marfat.com

کے امور کے بارے میں آئمہ اربعہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو کہ آئمہ اربعہ میں سے سب سے آخر ہیں نے آغاز کار میں اپنے بیٹے کو صوفیہ کے ساتھ مجالست رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ ایک رات کو صوفیاء کی ایک جماعت ہوا میں اڑ کر آپ کے پاس آئی اور چند مسائل شرعیہ میں سے آپ سے گفتگو کی اور آپ کو ان کے جواب میں عاجز کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے لڑکے کو اس جماعت کے ساتھ مجالست کرنے کو لازم پکڑنے کا حکم دیا۔ کیونکہ خداوند کریم کے خوف کی وجہ سے ان پر وہ اسرار شریعت منکشف ہوتے ہیں جو ہم پر منکشف نہیں ہوتے۔ بعد ازاں آپ اکثر مسائل میں شیخ ابی حمزہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے تفحص فرمایا کرتے تھے اور آپ کی بات مان لیا کرتے تھے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پہلے صوفیائے کرام سے اعتراض رہا۔ مگر بعد میں رجوع کر لیا۔

آئمہ اربعہ علماء باطن میں سے تھے اور اس عالم ناسوت سے کوچ کرنے سے پہلے اوتاد کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے۔ (اوتاد کے متعلق مفصل بیان کیا جا چکا ہے)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان علماء میں سے تھے جنہیں اوائل میں صوفیہ سے اعتراض رہا۔ مگر بعد میں نہ صرف رجوع کیا بلکہ تصوّف کے متعلق بہت کچھ لکھا۔

امام ابوالحسنؒ ابن حرزم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تازیانہ نے تائب کیا۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت شدت سے تصوف کا انکار کرتے تھے۔ بعد ازاں جب ان کا رنگ پلٹا تو تصوّف میں "صفوۃ الصفوۃ" اور "ثبات عند الممات" ایسی جلیل القدر کتب تصنیف کیں۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ صوفیاء کرام کے ساتھ مخالفت میں غلو رکھتے تھے مگر نواب صدیق حسن خان صاحب نے ان کے متعلق تحریر فرمایا ہے:

"ہمارے شیخ امام محمد بن علی شوکانی پہلے شیخ اکبر کے حق میں انکار کرتے تھے۔

Marfat.com

چالیس برس بعد رجوع کیا کہ ان کے بعض الفاظ محتمل اور مأوّل ہیں۔ لیکن تکفیر کو روا نہ رکھا۔"

نواب صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی امام ولی اللہ تھے۔ کسی مسلمان کو ان کی تکفیر کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

اس قسم کی بے شمار مثالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تصوف کے منکرین کے علم و فہم میں جب وسعت اور پختگی پیدا ہوتی رہی ہے تو کثرتِ عمل سے صفائے باطن ان میں آجاتی رہی ہے اور صوفیائے اکرام کے اقوال و افعال ان کی سمجھ میں آنے لگتے ہیں۔ انکار مبدل بہ رجوع ہو جاتا ہے۔

اس دور کے بعض جاہل صوفیوں کی طرف سے جس قسم کے تصوّف کو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ یونانی اوہام۔ ایرانی ثنویت۔ عیسوی رہبانیت۔ ہندی ویدانت اور دیگر غیر اسلامی عناصر کی ایک معجون مرکب ہے۔ جس کے بعض اجزأ اسلامی کہے جا سکتے ہیں۔ وہ بھی بڑی تلاش اور دیدہ ریزی کے بعد نظر آتے ہیں۔ یہ ہرگز اسلامی تصوف نہیں۔ اسلامی تصوف وہ تھا جو خود حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہٗ کا تھا۔ جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ کا تھا۔ جس کی تعلیم حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ اور حضرت رابعہ بصریؒ نے دی۔ جس کی اشاعت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ الاسلام حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور مجدّد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کرتے رہے۔ اور جس کی دعوت دورِ آخر میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی زبان و قلم دیتی رہی۔

Marfat.com

تصوّف کی کتابیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مرید خاص شیخ شہاب الدین سہروردی کی تصانیف میں اسلامی عنصر غالب ہے۔ اس زمانہ کے بعد شیخ ابن عربی کے اثر سے نظام تصوّف میں فلسفیانہ عناصر کو غلبہ ہونے لگا وحدت وجود وغیرہ کے مسائل پیدا ہونے لگے فارسی شاعری کے اثر سے ان تخیلاّت کو اور زیادہ تقویت ملتی گئی۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی لوائح ایک اچھی خاصی فلسفیانہ تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔

نویں صدی کا تصوف اگرچہ ابتدائی صدیوں کے تصوّف سے کافی مختلف نظر آتا ہے۔ تاہم ان رسم پرستیوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ جن پر آج اکثر خانقاہوں اور درگاہوں میں تصوّف کا اطلاق ہوتا ہے۔

تصوّف کی مشہور کتب درج ذیل ہیں۔ جو اسلامی احکام کی پابندی کا حکم بڑی سختی سے دیتی ہیں :-

۱۔ کتاب اللمع	مصنفہ شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ رسالہ قشیریہ	مصنفہ استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ کشف المحجوب	مصنفہ شیخ علی بن عثمانی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ فتوح الغیب	مصنفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ عوارف المعارف	مصنفہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ منطق الطیر	مصنفہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ فوائد الفواد	مرتبہ امیر حسن سجری ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی۔
۸۔ لوائح	مصنفہ مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

۹۔ مثنوی معنوی

مصنفہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ
المعروف بہ مولانا رومؒ۔

ان کے علاوہ اور بھی سینکڑوں عربی فارسی اور اردو زبان میں تصوف کی کتابیں ملتی ہیں جن میں شریعت اسلامی کے اصول و معانی پر عمل کرنے کا زور دیا گیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کا مخالف فلاح نہیں پا سکتا ؎ سعدیؒ

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہِ صفا — تواں رفت جز بر پئے مصطفےٰ

اسلاف اور تصوّف

۱۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ سلسلہ چشتیہ کے مسلم مقتداء گزرے ہیں۔ ان کے ملفوظات کا مجموعہ دلیل العارفین مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ جو شائع ہو چکا ہے۔ اوّل سے آخر تک نماز و عبادات کی تاکید اور اتباعِ سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سے مشحون ہے وضو کے مسائل پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ سنتوں کی ادائیگی کے ضمن میں آج اکثر لوگوں کو فرائض میں بھی اس کا نصف اہتمام بھی نصیب نہیں ہے۔

۲۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے بانی محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف غنیۃ الطالبین شروع سے آخر تک بجائے کسی درویش اور صوفی کے ایک فقیہہ اور عالم متشرع کی فقہی تالیف نظر آتی ہے۔

۳۔ رسالہ فوائد الفواد کے چند ایک اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ بندہ رابیش طلبید و فرمود کہ باید مشغول بہ طاعت و عبادت باشی۔

۲۔ حکایت جماعت متحیراں۔

یکے از حاضراں حکایت کرد کہ من وقتے جائے رسیدم و ایں چنیں ہفت کس را دیدم۔ دو

Marfat.com

چشم در آسمان داشتہ شب و روز متحیر ماندہ۔ مگر آں کہ وقت نماز درمی آمد ایشاں نماز می گزاردند و باز هم چناں متحیر می ماندند۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود۔ کہ آرے انبیا معصوم اند و اولیا محفوظ ہم چنیں باشد۔ کہ گفتی۔ اگرچہ شب و روز متحیر باشند اما نماز ایشاں فوت نہ شود۔

۴۔ چوں عمر عزیز سلطان المشائخ بہ ہشتاد کشید۔ پنج وقت نماز بجہت جماعت از بالائے بام جماعت خانہ کہ عمارتے بس رفیع است۔ فرود آمدے و با درویشاں و عزیزاں کہ درآں جمع ملکوت حاضر می شدند نماز گزاردے۔

(سیر الاولیاء)

عہد نبوّت سے تقریباً ایک ہزار سال بعد شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ انھوں نے نہ صرف سلسلہ نقشبندیہ بلکہ تمام سلاسل تصوف میں تجدید و اصلاح کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ اس کی صدائے بازگشت آج تک دنیائے اسلام کے در و دیوار سے آ رہی ہے۔ شیخ موصوف کے مکتوبات کے نو ضخیم دفتر لاہور سے دوبارہ شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں شروع سے آخر تک مختلف اسلوبوں اور پیرایوں میں صرف ایک ہی دعوٰی کی تکرار اور صرف ایک ہی دعوت کا اعادہ ہے۔ کہ صوفیہ کو عقائد و اعمال میں کتاب و سُنت کو ہی اپنی دلیلِ راہ بنانا چاہیے۔ ان کے خلاف جس کسی کا بھی کوئی قول ہو اسے مردود سمجھنا چاہیے۔

چند ایک اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱۔ بدانکہ جملہ ضروریات طریق سالک اعتقادِ صحیح است کہ علماء اہل سنت آں را از کتاب و سنت و آثار سلف استنباط فرمودہ اند۔ اگر بالفرض خلاف آں معانی مفہومہ بکشف و الہام امرے ظاہر شود۔ آں را اعتبار نہ باید کرد و ازاں استعاذہ باید نمود۔

۲۔ شریعت را صورتے است و حقیقتے۔ و صورتش آں است کہ علماء ظواہر بہ بیان آں متکفل اند۔ و حقیقتش آں کہ صوفیہ علیہ بہ آں ممتاز اند۔

۳۔ آنچہ بر ما فقیراں لازم است۔ دوام ذل است و افتقار و انکسار و تضرع و التجا و ادائے

Marfat.com

وظائف عبودیت و محافظت حدودِ شرعیہ و متابعت سنت سنیّہ۔

۴۔ ولایت را درجات اند۔ بعضہا فوق بعض زیرا کہ بر قدم ہر نبی ولایت است مخصوص و اقصای درجات آں ہماں درجہ ایست کہ بر قدم پیغمبر ماست۔

۵۔ محمد رسول اللہ محبوب رب العلمین است۔ ہر چیز کہ خوب و مرغوب است از مطلوب و محبوب است لہذا حق سبحانہٗ تعالیٰ در کلام مجید خود می فرماید اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ و نیز می فرماید تقدس و تعالیٰ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ، و نیز فرمود تعالیٰ و تقدس اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ۔ ملت او علیہ الصلوٰۃ والسلام صراط مستقیم خوانده وما سوائے او را داخل سبل گردانیده و اتباع آں فرموده۔

مکتوباتِ مجددی کی ایک ایک سطر اسی طرح تعلیم محمدی سے لبریز ہے۔ اسی تعلیم کو آخر میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے وصایا۔ قول الجمیل۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ فوز الکبیر کے ذریعہ عام کیا ہے۔

قولِ فیصل: تصوف اسلام کا ایک نہایت ضروری جزو ہے اسلام ظاہری اور باطنی خوبیوں کے مجموعے کا نام ہے تصوف کو اسلام کی باطنی خوبیوں سے تعلق ہے۔ تصوف کو شریعت سے وہی تعلق ہے جو جان کو جسم سے ہوتا ہے۔

جن اہل عقل نے تصوف سے شروع میں گریز کیا وہ عقل میں پختگی اور جلا آنے کے بعد اور کثرتِ عبادت سے صفائی قلب حاصل ہونے پر اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اگرچہ ان میں سے بعض نے چند ایک مصلحتوں کے پیش نظر گرویدگی کے اظہار سے گریز کیا۔

اسی مختصر سی تحریر کو بہ امعانِ نظر دیکھنے سے قارئین کرام تصوف کی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہو جائیں گے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

کتابیات

وہ کتابیں جن سے استفادہ کیا گیا

۱۔ تحقیقاتِ چشتی — مصنفہ نور احمد چشتی
۲۔ اشعۃ اللمعات — مصنفہ عبد الحق محدث دہلوی
۳۔ تصوفِ اسلام — مصنفہ عبد الماجد دریابادی
۴۔ صوفیائے پنجاب — مصنفہ اعجاز الحق قدوسی
۵۔ بزمِ صوفیہ — مصنفہ سید صباح الدین
۶۔ مآثر لاہور — مصنفہ ہاشمی فرید آبادی
۷۔ تاریخ جلیلہ — مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی
۸۔ بزرگان لاہور — 〃 〃 〃 〃 〃
۹۔ اولیاء لاہور — مصنفہ ملک عبد اللطیف ایم۔ اے
۱۰۔ کشف المحجوب — اشاعت ایرانی۔ روسی۔
۱۱۔ کشف المحجوب — اشاعت لاہور
۱۲۔ سرِّ دلبراں — مصنفہ سید ذوقی شاہ
۱۳۔ سفینۃ اولیاءؒ — مصنفہ دارا شکوہ
۱۴۔ خزینۃ الاصفیاء — مفتی غلام سرور لاہوری
۱۵۔ نفحات الانس — مولانا عبد الرحمان جامی
۱۶۔ بیان المطلوب — مولوی فیروز دین
۱۷۔ ترجمہ کشف المحجوب — مترجمہ محمد حسین مناظر ملک دین محمد اینڈ سنز۔ لاہور۔

۱۸۔ ترجمہ کشف المحجوب مترجمہ مولانا غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ سنی دارالاشاعت لاہور

رسائل

۱۔ تجلیات ہجویریؒ ۲۔ تذکرہ علی ہجویریؒ
۳۔ سوانحی خاکہ مخدوم علی ہجویری ۴۔ ارشادات گنج بخش
۵۔ رسالہ قرآن حکیم اور تصوف ۶۔ سوانح حضرت داتا گنج
۷۔ نقوش آپ بیتی نمبر

روزنامے

۱۔ امروز ۲۔ نوائے وقت ۳۔ کوہستان
۴۔ جنگ (داتا گنج بخش نمبر ۱۹۶۷ء)

ہفت روزہ

۱۔ قندیل

○

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

سیرت گنج بخش رح

مؤلفہ

غلام جیلانی مخدوم

ایم اے (اسلامیات، فارسی، عربی)

ناشر

مکتبہ عالیہ ایبک روڈ (انارکلی) لاہور

Marfat.com